

# ماں کی عظمت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قَالَ «أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ» [مسلم: ۲۵۴۸ و ۲]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں، دوسرے نمبر پر بھی تیری ماں ہی ہے اور تیسرے نمبر پر بھی۔ اس کے بعد تیرا باپ اس کا زیادہ مستحق ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار ہیں۔“

## والدہ کا مقام

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جرتج اپنے گرجے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے تو ان کی ماں آئی۔ حمید کہتے ہیں کہ ابو رافع نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صفت اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی وہ صفت بیان کی جو آپ ﷺ نے جرتج کی والدہ کی بیان فرمائی جب اس نے جرتج کو بلایا تھا۔ آپ نے بتایا کہ کس طرح اُس نے اپنی ہتھیلی اپنے ابرو کے اوپر رکھی پھر اپنا سر اس کی طرف اٹھایا تو وہ کہنے لگی اے جرتج! میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کرو پھر وہ اس کو حالت نماز میں ہی ملا اور کہنے لگا: اے اللہ! میری ماں مجھے بلا رہی ہے اور میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی نماز کو ماں کے بلانے پر ترجیح دی تو وہ واپس چلی گئی۔ پھر وہ دوبارہ آئی تو کہنے لگی، اے جرتج! میں تیری ماں ہوں مجھ سے کلام کرو پھر اس نے یہی کہا: اے اللہ! میری ماں ہے اور میری نماز ہے۔ پھر اس نے نماز کو ہی پسند کیا۔ تو وہ کہنے لگی اے اللہ! جرتج میرا بیٹا ہے اور میں نے اس سے کلام کیا تو اس نے میرے ساتھ کلام کرنے سے انکار کر دیا اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ کنجریوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ یہ دعا کرتی کہ اللہ تعالیٰ انھیں ان کے فتنے میں مبتلا کر دے تو وہ ضرور اس میں مبتلا ہو جاتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا وہاں ایک بکریوں کا چرواہا ان کے گرجے کے پاس ٹھہرا کرتا تھا۔ بستی کی کوئی عورت وہاں گئی تو اس سے اس چرواہے نے بدکاری کی تو اس کو حمل ٹھہر گیا اور پھر اس نے ایک بچہ جنا جب اس سے پوچھا گیا کہ یہ بچہ کہاں سے لائی ہو تو اس نے کہا کہ یہ اس گرجے والے کا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنی کسبیاں گینتیاں لے کر آگئے تو اسے بلایا اور دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اس لیے ان سے اس نے کوئی کلام نہ کیا تو وہ اس کا گرجا گرانے لگے۔ جب اس نے یہ بات دیکھی تو ان کے پاس آ گیا تو وہ لوگ اس کو کہنے لگے کہ اس عورت سے پوچھ یہ کیا کہتی ہے۔ تو وہ مسکرایا پھر بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا مَنْ أَبُوكَ تیرا باپ کون ہے؟ تو وہ بچہ کہنے لگا میرا باپ بھیڑوں کا چرواہا ہے۔ جب انھوں نے یہ سنا تو کہنے لگے ہم نے جو تیرا گرجا گرایا ہے اس کو سونے اور چاندی سے بنا دیتے ہیں تو اس نے کہا نہیں بلکہ ایسا ہی مٹی کا دوبارہ بنا دو جس طرح پہلے تھا پھر وہ اس میں چلا گیا۔

# فہرست

1	ماں کی عظمت	جواہر پارے
2	والدہ کا مقام	کلمۂ طیبہ
5	اگر ہم متفق ہو جائیں	اداریہ
7	لغوی تفسیر کے قواعد و ضوابط..... ④ آخری (حافظ محمد شہباز حسن)	علوم تفسیر
12	سورۃ الاخلاص	علوم تفسیر
15	سب سے پہلے اٹھائی جانے والی چیز	ارکان اسلام
20	احرام کی حالت میں شادی کرنا کیسا ہے؟ (مولانا عبدالرحمن ضیاء)	تحقیق و تنقید
29	بطل جلیل شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی (عبدالرحمن ثاقب)	تذکرہ علمائے اہل حدیث
33		تبصرۃ کتب
35	حمدیہ رباعیات	شعر و ادب

## والدین سے حسن سلوک

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [العنکبوت: ۸]

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا اور اگر وہ تجھ سے زبردستی کریں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کی بات نہ مان، میری طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے تو میں تم کو جو تم کرتے رہے بتا دوں گا۔“

## سب سے بڑی نیکی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:

«إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صَلََةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وَدِّ أَبِيهِ، بَعْدَ أَنْ يُؤْتَى» [مسلم: ۲۵۵۲ و ۱۳]

”یقیناً سب سے بڑھ کر نیکی، باپ کی وفات کے بعد اس کے دوستوں سے ملاپ اور نبھاؤ رکھنا ہے۔“

15 تا 9 فروری 2007ء ..... (184) ..... 20 محرم الحرام 1427ھ

«بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ، اللَّهُمَّ! إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ نَزِلَّ، أَوْ نَضِلَّ، أَوْ نُظْلَمَ، أَوْ نُظْلَمَ، أَوْ نَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا» [ترمذی: ۳۴۲۷]

”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں کہ راستے سے پھسل جائیں، یا گمراہ ہو جائیں اور کسی پر ظلم کریں، یا ظلم کیے جائیں، اور کسی سے جہالت برتیں، یا ہم پر کوئی جہالت کرے۔“

# اگر ہم متفق ہو جائیں

حافظ احمد شاہ

اداریہ

آج (مؤرخہ ۱۲ فروری) کی تازہ خبر ہے: امریکی کمانڈر نے کہا ہے ”پاکستانی علاقوں میں طالبان کے خلاف ہمیں کارروائی کرنے کے لیے منظوی لینا ضروری نہیں، ہم کارروائی کا حق رکھتے اور استعمال بھی کرتے ہیں۔ ہم صرف روشنی کا گولہ پھینک کر پاکستانی حکام کو آگاہ کر دیتے ہیں۔“  
[روزنامہ ایکسپریس ۱۲ فروری ۲۰۰۷ء]

جب کہ پاکستان سکیورٹیز کے ترجمان نے کہا ہے کہ پاکستان امریکی کمانڈر کے اس بیان کی وضاحت طلب کرے گا۔ چند دن پہلے وطن عزیز کے وزیر خارجہ..... جن کے آباء و اجداد اپنی صلیب دشمنی کے باعث ہمارے مدوح ہیں..... نے اخبارات کے مطابق فرمایا تھا کہ اب بس! یعنی ہم امریکی مفادات کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے لیکن آج کے اخبارات میں انھوں نے پھر..... نہ جانے کس خشمگیں نگاہ کے باعث..... طالبان کو کچلنے کے لیے امریکا سے مزید امداد طلب کی ہے۔ کچھ دنوں، ہفتوں یا مہینوں سے جناب صدر کا لہجہ بھی کبھی کبھی تھکا تھکا سا محسوس ہوتا ہے اور کبھی پھر ان کے دو لیٹج بڑھ جاتے ہیں اور وہ دہشت گردی، القاعدہ اور طالبان بلکہ طالبانائزیشن کے لئے لینے شروع کر دیتے ہیں۔ نہ جانے ہم کیوں اس حسن ظن میں مبتلا ہیں کہ صدر گرامی کا دل ایک دن عسا کر پاکستان کے ماٹو اور عسا کر پاکستان کی تربیت کے باعث اسلام اور مسلم امہ کے مفادات کے لیے ایک پلٹا ضرور مارے گا جیسا کہ جناب بھٹو مرحوم نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دے کر سارے ہی دھونے دھو دیے تھے، صدر گرامی کو بھی اللہ تعالیٰ تلافیٰ مافات کی توفیق دے دے گا۔ اگرچہ حکومت کی پالیسیاں دیکھی جائیں تو وہ اب تک اتار تکی ہی ہیں۔ شروع دن سے اس حکومت نے دین، علمائے دین، طلبائے دین اور دینی مدارس کو ٹارگٹ پر رکھا ہوا ہے لیکن جب بھی حکومت ان کی طرف بڑھتی ہے تو پتھر بھاری دیکھ کر چھوڑ دیتی ہے نہ جانے وہ کون سے تھنک ٹینک ہیں جو حکومت کو بار بار اس سلگتی راکھ کی طرف دھکیل کر الٹا بھڑکانا چاہتے ہیں۔ جو بات ہم جیسے کم خبر، کم اختیار محسوس کرتے ہیں یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حکومتیں چلانے والے باخبر اور باختیار دماغ وہاں تک نہ پہنچتے ہوں۔ لیکن اقتدار کی منڈیروں پر بیٹھنے کے عادی دستر خوانی مشیر وقت کے ہر حاکم کو بھی باور کراتے چلے آئے ہیں کہ آسمان کو آپ نے ہی اٹھا رکھا ہے اور زمین کی جنبش آپ ہی کے وزن سے تھمی ہوئی ہے۔ ان لوگوں کی ذہانت، فطانت اور صلاحیت صرف اپنے مفادات تک ہوتی ہے اور ان کی عقابانی نگاہ جہاں اپنے مفادات کو آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتی وہاں ان کے کان بادر صرصر کی زناٹے دار آوازیں بھی دور ہی سے محسوس کر لیتے ہیں اور وہ جاتے جاتے اقتدار کی منڈیریں خالی کر کے نئے مقتدروں کا انتظار کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہمارے سامنے کی تاریخ بتاتی ہے کہ یہی لوگ حکمرانوں کے دلوں میں دوامی اقتدار کی خواہش کا روگ پالتے اور یہی لوگ ”وقت“ آنے پر مفادات کی خاطر وعدہ معاف گواہ بھی بن جاتے ہیں۔

نام تو یاد نہیں لیکن راوی بھی ثقہ ہے اور صاحب واقعہ کے مزاج کے عین مطابق بھی۔ جن دنوں وطن عزیز میں اسلام اور سوشلزم کا معرکہ پٹا تھا اور ایک طبقہ اسلام کو سرمایہ دارانہ نظام کے طور پر پیش کر رہا تھا جس کا بدل وہ سوشلزم بتاتے اور اسلام کی کلفتی لگا کر جمہوریت کی طرح سوشلزم کو بھی مسلمان کر لیتے تھے۔ اس موضوع یعنی اسلام اور سوشلزم کے موضوع پر فلیٹو ہوٹل میں اعیان اہل حدیث نے ایک نشست کا اہتمام کیا جن میں اس موضوع پر خطابات ہوئے دیگر حضرات کے ساتھ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ بھی شریک محفل تھے۔ بحث و تقاریر ختم ہوئیں اور حاضرین و سامعین تواضع کی طرف متوجہ ہوئے تو چند صحافی حضرات مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی وضع قطع اور سادگی دیکھ کر ان کے گرد جمع ہو گئے اور انھی کے ساتھ چائے کے لئے میز پر آ بیٹھے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ ”مولانا اسلام کا کوئی اپنا معاشی نظام بھی ہے۔“ مولانا نے فرمایا: ”ہاں“ پوچھا: کیا؟ تو مولانا نے میز پر موجود چائے کے لوازمات..... ایک پیسٹری وغیرہ..... کی پلیٹ اپنے سامنے سے اٹھا کر ان..... صحافی حضرات..... کے آگے کردی اور فرمایا ”ایثار“ ہے۔

ایثار کیا ہے؟ اپنی ذات پر دوسرے کی ضرورت اور مفاد کو ترجیح دینا۔ یہ عمل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ارشاد پر خود بھوکا رہ کر جب ایک مہمان کو گھر کا کھانا کھلا دیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس عمل کو قبول فرما کر اور اجر و ثواب نمایاں کرنے کے لیے سورہ ہشر (پ ۲۸) کی آیت نمبر ۹ نازل فرمادی۔

دورِ حاضر کی سیاسی افراتفری، آ پادھاپی اور چھینا جھپٹی دیکھ کر یہ آیت بھی یاد آئی اور ”ایثار“ کا اسلامی معاشی نظام ہونا بھی سمجھ میں آ گیا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وطن عزیز کی موجودہ صورت حال کا سبب بھی یہی عدم ایثار ہے کہ ہر فرد، جماعت، گروہ اور لیڈر..... اولاً..... ذاتی اور..... ثانیاً..... جماعتی مفاد کو کسی قیمت پر چھوڑتا نہیں۔ چنانچہ مختلف حصوں..... گروہوں..... میں بٹ جانے والی کسی..... سیاسی و مذہبی..... جماعت کی صلح کی جب کوشش کی جاتی ہے تو ہر گروپ صلح کے لیے..... عموماً..... بایں شرط تیار ہوتا ہے کہ میرا عہدہ برقرار رکھا جائے تو میں صلح کے لیے تیار ہوں۔ آپ دیکھیں مسلم لیگ کے کتنے گروپ ہیں، پیپلز پارٹی کتنے حصوں میں بٹی ہوئی ہے، جمعیۃ علمائے اسلام، اہل حدیث حضرات، جمعیۃ علمائے پاکستان کس طرح لخت لخت ہیں اور ان سب کو بہکانے والے صرف دسترخوانی لوگ ہوتے ہیں۔ ان گروہوں اور گروپوں کے راہ نمائوں میں ایثار کا جذبہ ہو یا وہ ایثار کو اپنالیں تو نہ اتنے گروہ بنیں اور نہ ہر طبقے اور جماعت میں تشتت و انتشار نہ ہو۔ یہی انفرق خود غرضی اور جاہ پسندی ہے جو اغیار کو ملکی معاملات اور قومی مفادات میں دخل اندازی کا موقع دیتی ہے۔ یہ سب سیاسی جماعتیں اور گروہ موقع بہ موقع نظریہ پاکستان کی مالا جپتے رہتے ہیں اگر یہ نظریہ پاکستان..... پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ..... یا عساکر پاکستان کے ماٹو پر جمع ہو جائیں اور اتفاق کر لیں تو کسی طاغوت کو یہ کہنے کی کبھی جرأت نہ ہو کہ ہم جہاں چاہیں کارروائی کر سکتے ہیں۔ تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ نظریہ پاکستان پر متفق ہوں اور اسی طرح عساکر پاکستان سے درخواست ہے کہ وہ اپنے (ماٹو) شعار..... ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ..... پر تمام سیاسی مذہبی لیڈروں کو بلا کر متفق ہونے پر آمادہ کریں اور خود ایثار کرتے ہوئے اقتدار ان سیاسی لیڈروں میں سے کسی..... جس کی حب الوطنی غیر متنازعہ ہو..... کے سپرد دیں تو ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوگا اور اللہ کے فضل سے وطن عزیز کی زمین بھی سونا اگلے گی اور آسمان سے ہن بھی برسے گا۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کس واضح طریقے سے فرماتا ہے:

”اگر بستیوں والے ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کریں تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیں گے۔“

[الاعراف: ۹۶]

# لغوی تفسیر کے قواعد وضوابط

حافظ محمد شہباز حسن (لیکچرر: یو۔ای۔ٹی)

## مثال نمبر (۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ﴾ [الطور: ۴۴]

”اگر یہ (مشرکین) دیکھیں کہ ایک ٹکڑا آسمان سے گر رہا ہے تو کہیں گے یہ بادل ہے تہہ بہ تہہ (جما ہوا)۔“

ابو منصور جس کی طرف منصور یہ فرقہ منسوب ہے وہ اپنے آپ کو کسف کے نام سے موسوم کرتا تھا اور کہتا تھا: مذکورہ بالا آیت میں کسف سے میں ہی مراد ہوں۔ تو اس کے فاسد خیال کی وجہ سے آیت کا معنی ہوگا: اِنْ يَرَوْا رَجُلًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ (اگر وہ آسمان سے آدمی گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں گے یہ تو بادل ہے جما ہوا) تعالیٰ اللہ عما يقول الظالمون علواً کبیراً۔ [محاسن التاویل (تفسیر القاسمی): ۶۴/۱]

## مثال نمبر (۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ [النصر: ۱]

”جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی اور فتح حاصل ہو جائے گی۔“

عبداللہ الشیبی جو مہدی کے نام سے پکارا جاتا تھا ☆ جب اس نے افریقا پر کنٹرول حاصل کیا اس کے دوست سہمی کتامتہ (راز دان) تھے۔ وہ ان سے اپنے کام میں مدد لیا کرتا تھا اس نے ایک کونصر اللہ اور دوسرے کو الفتح کا نام دیا اور ان سے کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تم دونوں کا ہی تذکرہ کیا ہے:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ [النصر: ۱]

”جب ”نصر اللہ“ اور ”فتح“ آئیں گے۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰] ”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی (پیدا کی گئی ہے)۔“ کو کتامتہ خیر امة اخراجت للناس سے بدل دیا۔ جو آدمی بھی اپنے حواس میں ہو وہ اس جیسی بات نہیں کہہ سکتا کیوں کہ مذکورہ دو لوگ جن کو نصر اللہ اور فتح کا نام دیا گیا ہے یہ تو وفات رسول اللہ ﷺ کے دو سو سال سے بھی زیادہ بعد میں پیدا ہوئے۔ اگر ان کو سورۃ النصر میں مراد لیا جائے تو سورت کا مفہوم یہ ہوگا:

”اے محمد جب آپ کی وفات ہو جائے گی پھر یہ دو اشخاص پیدا کیے جائیں گے۔“

☆.....۳۲۲ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اس کی عمر باٹھ سال تھی۔ اس نے پچیس سال اور کچھ مہینے حکومت کی (محمد بن احمد بن عثمان الذہبی سیر اعلام النبلاء ۱۵/

۱۵۱ ط: ۱۲۰۳ھ/۱۹۸۳ء موسسۃ الرسالۃ، بیروت]

﴿وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝﴾

[النصر: ۲-۳]

”اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ پس تسبیح بیان کرو.....“  
اس بہتان میں بہت زیادہ تناقض پایا جاتا ہے۔

[تفسیر القاسمی: ۱/۶۴]

### مثال نمبر (۴)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَوَدَّ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ [النمل: ۱۶]

”اور سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔“

اس آیت کے بارے میں باطنی کہتے ہیں: اس سے مراد ہے

کہ امام نبی کے علم کا وارث ہوا۔ [دیکھئے الموافقات: ۳/۳۹۴]

نیز باطنیوں نے قرآن میں آنے والے بہت سے شرعی الفاظ کی ایسی تفسیریں کی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مراد سے بہت بعید ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک جنابت سے مراد دعا قبول کرنے والے کا راز کو درجہ استحقاق میں پہنچنے سے پہلے افشا کرنا ہے۔ غسل کا مطلب اس آدمی کا تجدید عہد کرنا ہے جو غسل کرتا ہے۔ طہارت سے مراد امام کی پیروی کے علاوہ ہر مذہب کے اعتقاد سے بیزاری اور پاک رہنا ہے۔ تیمم کی تفسیر انھوں نے یہ کی ہے کہ جس کو اجازت علم ملی ہو اس کو اس طرف لے کر آنا کہ وہ داعی یا امام کی شہادت دے۔ روزے سے مراد افشاء راز سے رکنا ہے۔ کعبے سے مراد نبی، الباب سے مراد علی، الصفا سے مراد نبی اور مروہ سے مراد علی ہیں۔

[ایضاً: ۳/۳۹۵]

### مثال نمبر (۵)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ﴾ [ال عمران: ۹۶]

”بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے رکھا گیا۔“

بعض اشاریہ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ بیت (گھر) کا اندرونی حصہ محمد ﷺ کا دل ہے اس پر وہ شخص ایمان لاتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے توحید کو پختہ کر دیا ہو اور وہ اس کی ہدایت کی پیروی کرے۔ شاطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اس تفسیر کی وضاحت کی ضرورت ہے اس مفہوم کو عرب نہیں پہچانتے نہ اس میں کوئی مناسب مجازی پہلو ہی موجود ہے اور کسی بھی حالت میں سیاق و سباق اس مفہوم سے مطابقت نہیں رکھتا۔

[الموافقات: ۳/۴۰۱]

### مثال نمبر (۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَنكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبْعَ﴾ [النساء: ۳]

”جو عورتیں تم کو بھلی لگیں ان سے نکاح کرلو، دو دو، تین تین اور چار چار۔“

بعض ارباب کلام نے اس آیت سے نو آزاد عورتوں سے نکاح کے جواز کا دعویٰ کیا ہے جو شخص کلام عرب کا فہم رکھتا ہو وہ مثنیٰ و ثلاث و رباع سے اس قسم کی بات نہیں کر سکتا۔

[تفسیر القاسمی: ۱/۶۵، ۶۴]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿حَرِّمْتُ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ﴾

[المائدة: ۳]

سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں کہ خنزیر کی چربی حلال ہے حالانکہ لحم کا لفظ شحم (چربی) کو بھی شامل ہے۔ لیکن جب شحم کا لفظ



[ال عمران: ۹۶]

لیے رکھا گیا۔“

س کہا ہے کہ بیت (گھر) کا  
پر وہ شخص ایمان لاتا ہے جس  
دیا ہو اور وہ اس کی ہدایت کی

ت ہے اس مفہوم کو عرب نہیں  
پہلو ہی موجود ہے اور کسی بھی  
مطابقت نہیں رکھتا۔

[الموافقات: ۴۰۱/۳]

مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَتِلْكَ

نکاح کرلو، دودو، تین تین

ت سے نو آ زاد عورتوں سے  
کلام عرب کا فہم رکھتا ہو وہ مثنیٰ  
رہ سکتا۔

[تفسیر القاسمی: ۱/ ۶۵، ۶۶]

وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ ﴿۱﴾

[المائدة: ۳]

کہ خنزیر کی چربی حلال ہے  
مل ہے۔ لیکن جب شحم کا لفظ

ader\_routerhead  
not found.

بولتے ہیں تو اس میں لحم داخل نہیں ہوتا۔ [تفسیر القاسمی: ۱/ ۶۵]

## مثال نمبر (۷)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْمَ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ﴾ [البقرة: ۲۰۱]

بعض لوگ علم الاعداد کی مدد سے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں  
بالخصوص حروف مقطعات (جن کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی  
نہیں جانتا) کی ہندسوں کی مدد سے تفسیر کی جاتی ہے۔ کچھ لوگوں نے  
سورتوں کے آغاز میں آنے والے حروف مقطعات سے اس امت  
کی عمر کا اندازہ لگایا ہے کہ یہ امت کتنی دیر باقی رہے گی جو کہ محض  
تکلف ہے۔ درحقیقت یہ علم الاعداد یہود کی طرف منسوب ہے۔  
شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اس قسم کی تفسیر کے لیے ضروری ہے کہ عربوں میں ان  
حروف مقطعات کا استعمال معروف ہو کہ وہ ان کو اس لیے استعمال  
کرتے ہوں کہ یہ حروف اعداد پر دلالت کریں جب کہ اس جیسی کوئی  
چیز عربوں میں موجود نہ تھی البتہ اس کی اصل یہودیوں میں موجود  
تھی۔“ [الموافقات: ۳/ ۳۹۶، ۳۹۷]

لغت عرب کے مطابق الفاظ کا مفہوم نہ لینے کی وجہ سے کئی  
ایک تفسیری انحرافات پیدا ہو چکے ہیں۔ اکثر لوگ علم الاعداد سے تفسیر  
کر کے اپنے اپنے نظریات کا دفاع کرتے ہیں۔ ابوالفضل گلیاگیانی  
علامہ مجلسی کی غیب بحار الانوار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابو جعفر علیہ  
السلام نے ابولبید سے سوال کیا:

يَا اَبَا لَيْبَدٍ اِنَّهُ يَمْلِكُ مِنْ وُلْدِ الْعَبَّاسِ اَنِّي عَشَرَ  
يُقْتَلُ بَعْدَ الثَّامِنِ مِنْهُمْ اَرْبَعَةٌ تُصِيبُ اَحَدَهُمُ  
الدَّبْحَةُ فَتَذْبَحُهُ هُمْ فِتَّةٌ قَصِيْرَةٌ اَعْمَارُهُمْ خَبِيْثَةٌ  
سَيَرْتُهُمْ مِنْهُمْ الْفُوَيْسِقُ الْمُلَقَّبُ الْهَادِي وَالنَّاطِقُ

وَالْغَاوِي يَا اَبَا لَيْبَدٍ اِنَّ لِيْ فِيْ حُرُوْفِ الْقُرْآنِ  
الْمُقْطَعَةِ لَعِلْمًا جَمًّا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ اِلَيْكَ  
الْكِتَابَ فَقَامَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى  
ظَهَرَ نُوْرُهُ وَتَبَيَّنَتْ كَلِمَتُهُ وَوُلِدَ يَوْمَ وُلِدَ وَقَدْ مَضٰى  
مِنَ الْاَلْفِ السَّابِعِ مِئَةٌ سَنَةٌ وَثَلَاثَ سَنِيْنَ ثُمَّ قَالَ  
وَتَبَيَّنَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فِي الْحُرُوْفِ الْمُقْطَعَةِ اِذَا  
عَدَدْتَهَا مِنْ غَيْرِ تَكْرَارٍ وَلَيْسَ مِنَ الْحُرُوْفِ  
الْمُقْطَعَةِ حَرْفٌ تَنْقُضِيْ اَيَّامُهُ اِلَّا وَقَائِمٌ مِنْ بَنِي  
هَاشِمٍ عِنْدَ انْقِضَائِهِ ثُمَّ قَالَ الْاَلِفُ وَاحِدٌ وَاللَّامُ  
ثَلَاثُوْنَ وَالْمِيْمُ اَرْبَعُوْنَ وَالصَّادُ تِسْعُوْنَ فَذَٰلِكَ مِائَةٌ  
وَوَاحِدٌ وَسِتُّوْنَ ثُمَّ كَانَ بَدْءُ خُرُوْجِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ اَلَمْ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ فَلَكَمَا بَلَغَتْ مُدَّتُهُ قَامَ قَائِمٌ وَلِدَ  
الْعَبَّاسِ عِنْدَ الْمَصِّ وَيَقُوْمُ قَائِمُنَا عِنْدَ انْقِضَائِهَا  
بِالْمَرَا فَافْهَمْ ذَٰلِكَ وَعَدَّ وَاَكْتُمَهُ - [ابوالفضل

گلہایگانی (ترجمہ: سید ابو العباس رضوی جارچوی): الفرائد  
ص: ۲۴، ۳۳، ط: محفل روحانی ملی بھائیان پاکستان، بھائی

ہال دیپ چند اوجھا روڈ کراچی نمبر ۵]

”اے ابولبید اولاد عباس میں سے بارہ شخص سلطنت کے  
مالک ہوں گے اور آٹھویں کے بعد چار قتل ہو جائیں گے ان  
میں سے ایک دروگو میں مبتلا ہوگا اور ہلاک ہو جائے گا یہ قلیل  
العمر اور بدخلق گروہ ہے ان میں سے ایک وہ گمراہ فاسق ہے  
جس کا لقب ہادی ہے۔ اے ابولبید! میرے پاس قرآن کے

حروف مقطعات کا علم بہت زیادہ ہے خداوند نے الم ذلک  
الکتاب فرمایا تو محمد ﷺ نے قیام فرمایا یہاں تک کہ ان کا  
نور ظاہر و آشکار ہو گیا اور آپ کا کلمہ راسخ و استوار ہو گیا اور  
آنحضرت ﷺ جب پیدا ہوئے تو چھ ہزار ایک سو تین سال

گزر چکے تھے۔ اس کے بعد فرمایا: کہ اگر تم ان کو بغیر تکرار شمار کرو تو اس کا بیان قرآن کے حروف مقطعات میں موجود ہے۔ اور ان حروف میں سے جب کسی حرف کی مدت گزر جاتی ہے تو بنی ہاشم کا ایک شخص پہلے کی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا الف ایک، لام تیس، میم چالیس اور صاد نوے یہ ایک سوا کا سٹھ ہوتے ہیں پس حسین علیہ السلام کے خروج و قیام کا آغاز الم لا الہ کے نزدیک ہوا اور جب یہ مدت ختم ہوگئی تو المص کے وقت قائم بنی عباس نے قیام کیا اور ہمارا قائم اس وقت قیام کرے گا جب المرا کی مدت گزر جائے گی۔ پس اس بار یک بات کو سمجھو، شمار کرو اور پوشیدہ رکھو۔“

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بہائی مذہب کے علمبردار گلیاگان اپنے مذہب کی تائید یوں کرتے ہیں:

حضرت خاتم الانبیاء کے قیام کو جب ۱۷ سال گزر گئے تو جناب سید الشہداء نے قیام فرما کر شہادت پائی اور حضرت سید رسل کے قیام کو جب ۱۴۲ سال گزر گئے تو قائم آل عباس سفاح خلافت عباسیہ پر فائز ہوا اور اس کے قیام سے اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ حضرت ابو جعفر کے حکم کے مطابق حروف مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں کے حروف کو الم ذلک الکتاب سے لے کر المراتک اگر شمار کیا جائے تو ۱۲۶۷ عدد ہوتے ہیں جو ظہور حضرت باب کے مطابق ہیں۔ یہ بات مخفی نہ رہنی چاہیے کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے مذکورہ بالا تاریخوں کو حضرت رسول اللہ ﷺ کے قیام سے لیا ہے یعنی جب سے کہ آپ نے اعلان امر فرمایا اور جیسا کہ تمام کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ نے ہجرت سے سات سال پہلے قریش کو علانیہ دعوت اسلام دی اس سے پہلے آپ نے اپنی بعثت کو پوشیدہ رکھا تھا۔ اس لیے اگر ہجری سالوں پر اس مدت کا اضافہ کر دیا جائے تو ۱۲۶۰ھ قرار پاتا ہے اور یہ سال حضرت باب نقطہ اولیٰ کے سن ظہور کے

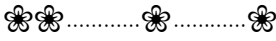
مطابق ہے۔ [ایضاً، ص: ۲۴]

حروف مقطعه کی علم الاعداد سے تفسیر کرنے کے نقطہ نظر کی تضعیف کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ان حروف سے مدت معلوم کرائی گئی ہے اور فتنوں، لڑائیوں اور دوسرے ایسے ہی کاموں کے اوقات بتلائے گئے ہیں لیکن یہ قول بھی بالکل ضعیف معلوم ہوتا ہے۔ اس کی دلیل میں ایک حدیث بھی بیان کی جاتی ہے لیکن اول تو وہ ضعیف ہے، دوسرے اس حدیث سے اس قول کی پختگی تو ایک طرف اس کا باطل ہونا زیادہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ حدیث محمد بن اسحاق بن یسار نے نقل کی ہے جو تاریخ کے مصنف ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ ابویاسر بن اخطب یہودی اپنے چند ساتھیوں کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ ﷺ اس وقت سورہ بقرہ کی شروع آیت ﴿الْمَ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِیْهِ﴾ الخ..... کی تلاوت فرما رہے تھے، وہ اسے سن کر اپنے بھائی جی بن اخطب کے پاس آیا اور کہا میں نے آج حضور ﷺ کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔ وہ پوچھتا ہے تو نے خود سنا؟ اس نے کہا ہاں، میں نے خود سنا ہے۔ جی ان سب یہودیوں کو لے کر پھر حضور ﷺ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے حضور ﷺ! کیا یہ سچ ہے کہ آپ ﷺ اس آیت کو پڑھ رہے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں سچ ہے“ اس نے کہا سنئے۔ آپ سے پہلے جتنے نبی آئے، کسی کو بھی نہیں بتلایا گیا تھا کہ اس کا ملک اور مذہب کب تک رہے گا لیکن آپ کو بتلایا گیا۔ پھر کھڑا ہو کر لوگوں سے کہنے لگا، سنو! الف کا عدد ہوا ایک، لام کے تیس، میم کے چالیس، کل اکہتر ہوئے۔ کیا تم اس نبی کی تابع داری کرنا چاہتے ہو جس کے ملک اور امت کی مدت کل اکہتر سال ہو پھر حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ کیا کوئی اور آیت بھی ایسی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، المص کہنے لگا یہ بڑی بھاری اور بہت لمبی ہے۔ الف کا

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آیتیں انہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں: ﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ﴾ [ال عمران: ۷] الخ..... یعنی وہی اللہ جس نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی جس میں محکم آیتیں ہیں۔ جو اصل کتاب ہیں اور دوسری آیتیں مشابہت والی بھی ہیں..... اس حدیث کا دار و مدار محمد بن سائب کلبی پر ہے اور جس حدیث کا یہ اکیلا راوی ہو، محدثین اس سے حجت نہیں پکڑتے اور پھر اس طرح اگر مان لیا جائے اور ہر ایسے حرف کے عدد نکالے جائیں تو جن چودہ حروف کو ہم نے بیان کیا، ان کے عدد بہت ہو جائیں گے اور جو حروف ان میں سے کئی کئی بار آئے ہیں، اگر ان کے عدد کا شمار بھی کئی بار لگایا جائے تو بہت ہی بڑی گنتی ہو جائے گی۔ [تفسیر ابن کثیر: ۸ / ۸۰]



ایک، لام کے تیس، میم کے چالیس، صاد کے نوے یہ سب ایک سو اکٹھ سال ہوئے۔ کہا اور کوئی بھی ایسی آیت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ”الر“ کہنے لگا، یہ بھی بہت بھاری اور لمبی ہے۔ الف کا ایک، لام کے تیس اور را کے دوسو، جملہ دوسو اکتیس برس ہوئے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور ایسی بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، ”المز“ ہے۔ کہا یہ تو بہت ہی بھاری ہے الف کا ایک، لام کے تیس، میم کے چالیس اور رے کے دوسو، سب مل کر دوسو اکتھتر ہو گئے۔ اب تو کام مشکل ہو گیا اور بات خلط ملط ہو گئی۔ لو گواٹھو۔ ابویا سر نے اپنے بھائی سے اور دوسرے علمائے یہود سے کہا: کیا عجب کہ ان سب حروف مجموعہ کی مدت حضرت محمد ﷺ کو ملی ہو، اکھتر ایک، ایک سو اکٹھ ایک، دوسو اکتیس ایک، دوسو اکتھتر ایک، یہ سب مل کر سات سو چونتیس برس ہوئے۔ انھوں نے کہا: اب کام خلط ملط ہو گیا۔

تفسیر کرنے کے نقطہ نظر کی  
لکھتے ہیں:

ان حروف سے مدت معلوم  
وسرے ایسے ہی کاموں کے  
بالکل ضعیف معلوم ہوتا ہے۔  
کی جاتی ہے لیکن اول تو وہ  
س قول کی چٹنگی تو ایک طرف  
وہ حدیث محمد بن اسحاق بن  
ہیں۔ اس حدیث میں ہے  
ساتھیوں کو لے کر حضور ﷺ

لی شروع آیت ﴿الْم﴾  
..... کی تلاوت فرما رہے تھے،  
کے پاس آیا اور کہا میں نے  
ت کرتے ہوئے سنا ہے۔ وہ  
میں نے خود سنا ہے۔ جی  
ﷺ کے پاس آتا ہے اور کہتا  
ﷺ اس آیت کو پڑھ رہے  
ہے، اس نے کہا سنیے۔ آپ  
بتلایا گیا تھا کہ اس کا ملک اور  
لا دیا گیا۔ پھر کھڑا ہو کر لوگوں  
لام کے تیس، میم کے چالیس،  
داری کرنا چاہتے ہو جس کے  
ہو پھر حضور ﷺ کی طرف  
یت بھی ایسی ہے؟ آپ نے  
ی اور بہت لمبی ہے۔ الف کا

### پروفیسر عبید الرحمن مدنی رحلت فرما گئے

معروف ماہر تعلیم جامعہ سلفیہ کے سابق مدیر تعلیم پروفیسر عبید الرحمن مدنی مختصر علالت کے بعد بتاریخ ۵ فروری ۲۰۰۷ء کو انتقال فرما گئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون

آپ بہت فرض شناس، دیانت دار اور بہترین منتظم تھے۔ مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد ۱۹۷۱ء میں آپ میاں فضل حق مرحوم کی خصوصی کاوش سے جامعہ سلفیہ میں بطور مدیر تعلیم مقرر ہوئے، اور آپ نے جامعہ کے نظام اور نصاب میں انقلابی تبدیلیاں کیں۔ خصوصاً مدینہ یونیورسٹی سے الحاق اور عرب اساتذہ کرام کا جامعہ میں تعین آپ کی کوششوں کا مرہون منت ہے۔ آپ جامعہ میں بطور مدرس بھی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ تعلیم کے ساتھ طلباء کی فکری رہنمائی فرماتے۔ بہت خوددار تھے اور یہی جذبہ طلباء میں بھی بیدار کرتے تھے۔ آپ نے جامعہ کے تمام شعبوں کو الگ الگ کیا اور ان کا مربوط نظام بنایا۔ آج جامعہ کو جو عالمی شہرت حاصل ہے اس میں مرحوم کی کاوشوں کو بڑا دخل ہے۔

آپ کی نماز جنازہ میں تمام مکاتب فکر کے لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ بلاشبہ کاموکی کی تاریخ میں یہ ایک بڑا جنازہ تھا۔ امامت کے فرائض جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر مولانا محمد اسلم سلیمی رحمہ اللہ نے سرانجام دیے۔ جب کہ جامعہ کے صدر میاں نعیم الرحمن، شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی، حافظ مسعود عالم، پرنسپل جامعہ محمد یاسین ظفر، مدیر وفاق مولانا محمد یونس بٹ، مولانا نجیب اللہ طارق، قاری محمد رمضان نے شرکت کی اور مرحوم کے اہل خانہ سے دلی تعزیت کا اظہار کیا اور بلندی درجات کے لیے دعا کی۔

[شعبہ نشر و اشاعت، ادارہ جامعہ سلفیہ]

# سورة الاخلاص

الشيخ محم بن صالح العثيمين

ترجمہ: حافظ ابو یحییٰ محمد اعجاز ساقی

اخلاص کا معنی ہے ”کسی چیز کو پاک کرنا“، یعنی وہ صاف ہو، اس میں کسی چیز کی ملاوٹ نہ ہو، اس کی وجہ تسمیہ میں دو اقوال ہیں:

①..... اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص موجود ہے، جو اس پر ایمان لے آئے، وہ مخلص ہو جاتا ہے، اس اعتبار سے اس کا معنی اپنے پڑھنے والے کو خالص کرنے والی ہے، یعنی جب آدمی اس پر کامل یقین رکھ کر اسے پڑھتا ہے تو وہ اللہ کے لیے خالص ہو جاتا ہے۔

②..... یہ سورۃ خالص کی ہوئی ہے۔ یعنی اللہ نے اسے اپنے لیے خالص کر لیا ہے، اس میں احکام یا دوسری باتوں کو بالکل ذکر نہیں کیا، بلکہ اس میں صرف اللہ ہی کے متعلق باتیں موجود ہیں۔

دونوں توجیہات درست ہیں، ان کی آپس میں کوئی منافات نہیں۔ یہ سورت تہائی 1/3 قرآن کے برابر ہے، نبی ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

”کیا تم میں سے کوئی ایک ہر رات تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا؟“ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیسے؟ آپ نے فرمایا:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝﴾

تہائی قرآن کے برابر ہے۔ [صحیح مسلم: ۸۱۱]

یہ سورت ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے، کفایت میں نہیں، یہ بالکل اسی طرح ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”جس نے (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) دس مرتبہ

پڑھا، گویا کہ اس نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے چار غلاموں کو آزاد کیا۔ [صحیح بخاری: ۶۴۰۴، صحیح مسلم: ۲۶۹۳]

تو کیا جس آدمی پر چار غلام آزاد کرنا واجب ہو جائے، اسے اس دعا کا دس مرتبہ پڑھنا کفایت کر جائے گا؟

ہمارا جواب ہوگا کہ یہ کام اسے کفایت نہیں کرے گا، البتہ ثواب میں برابر ہوگا، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمادیا ہے۔ لہذا ثواب میں برابر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کفایت میں بھی برابر ہو، بنا بریں جو شخص نماز میں سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھ دے، یہ قراءت اسے سورۃ فاتحہ سے کفایت نہیں کرے گی۔

علمائے کرام نے اس کے تہائی قرآن کے برابر ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ قرآن کریم میں تین بڑی مباحث ہیں:

①..... اللہ کے بارے خبریں۔  
②..... مخلوقات کے بارے خبریں، جیسا کہ پچھلی امتوں کے بارے میں، اسی طرح موجودہ یا آئندہ حالات کے بارے میں خبریں موجود ہیں۔

③..... احکام، جیسا کہ نماز، زکوٰۃ اور توحید وغیرہ۔

سورۃ اخلاص پہلے موضوع کو سمونے ہوئے ہے، لہذا یہ تہائی قرآن ہوئی، اس کے تہائی قرآن ہونے کی سب سے بہترین توجیہ یہی ہے۔

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝﴾

”کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہی ہے۔“

﴿.....﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿.....﴾

”اللہ بے نیاز ہے۔“

یہ جملہ مستانفہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد اپنے بے نیاز ہونے کا ذکر کیا ہے، اس مقصد کے لیے ایسا جملہ استعمال کیا ہے، جس میں مبتدا و خبر دونوں معرفہ ہیں، اس سے حصر پیدا ہوتا ہے، یعنی اللہ اکیلا ہی بے نیاز ہے۔ ”اَلصَّمَدُ“ کا معنی کیا ہے؟

﴿.....﴾ بعض کے نزدیک اسے کہتے ہیں جو اپنے علم، قدرت، حکمت، عزت، سرداری غرضیکہ تمام صفات میں کامل ہو۔

﴿.....﴾ بعض کا کہنا ہے کہ اَلصَّمَدُ اسے کہتے ہیں جس کا پیٹ نہ ہو، اسی لیے فرشتوں کو ”اَلْمَلَائِكَةُ صَمَدٌ“ کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ کھاتے پیتے نہیں، نہ ہی ان کے پیٹ ہوتے ہیں، یہ معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ [السنة لابن ابی عاصم: ۶۷۷، اس کی سند ”عبد اللہ بن میسرہ الحارثی ضعیف“ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کے سارے طرق ضعیف ہیں بعض سلف جیسے سعید بن جبیر، حسن بصری، مجاہد اور ضحاک وغیرہ سے یہ قول ثابت ہے۔ مترجم]

یہ پہلے معنی کے الٹ بھی نہیں، کیوں کہ اس سے بھی تمام مخلوق سے استغناء ثابت ہوتی ہے۔

﴿.....﴾ ایک قول یہ بھی ہے کہ ”اَلصَّمَدُ مفعول یعنی ”اَلْمَصْمُودُ“ کے معنی میں ہے، جس کی طرف تمام مخلوقات اپنی ضروریات کے وقت رجوع کرتی ہیں، لہذا اس سے مراد وہ ذات ہے کہ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔

اللہ کے بارے میں یہ تمام اقوال باہم متعارض نہیں ہیں، اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ عدم منافات کی بناء پر یہ تمام معانی ثابت ہیں۔ ہم اس کی جامع تفسیر یوں کریں گے:

”وہ ذات جو اپنی صفات میں کامل ہے، تمام مخلوقات اسی کی محتاج ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں۔“

اگر کوئی یہ اعتراض کر دے کہ اللہ تعالیٰ تو عرش پر مستوی ہے،

”قل“ ہر اس شخص سے خطاب ہے، جو اس خطاب کے لائق ہے۔ اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین نے رسول اکرم ﷺ سے کہا کہ ہمیں اپنے رب کے اوصاف بتائیے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمادی۔

ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ فلاں فلاں چیز سے پیدا ہوا ہے، اس پر اللہ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ یہ شان نزول صحیح ہوں یا نہ ہوں، ہمارے ذمہ واجب ہے کہ اللہ کے بارے ہم سے جب بھی کوئی سوال کیا جائے، ہم کہیں:

”اَللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ“

”ہو“ ضمیر ہے، لیکن اس کا مرجع کہا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس کا مرجع ”مَسْئُولُ عَنْهُ“ ہے، یعنی جس کے بارے آپ نے سوال کیا ہے۔ وہ.....

اور دوسرا قول یہ ہے کہ ”ہو“ ضمیر شان مبتدا ہے، لفظ ”اللہ“ مبتدا ثانی اور ”اَحَدٌ“ مبتدا ثانی کی خبر ہے۔ مبتدا ثانی اپنی خبر سے مل کر ”ہو“ مبتدا کی خبر ہوگی۔

”اللہ“ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم ہے اور اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے، کسی اور کا نام ”اللہ“ نہیں رکھا جاسکتا، اس کے بعد جتنے بھی نام ہیں، اکثر اس کے تابع ہیں۔

”اللہ“ اصل میں ”اِلٰه“ ہے، یہاں اِلٰه بمعنی ”مَأْلُوہ“ ہے، ”مَعْبُود“ یعنی جس کی عبادت کی جائے، کثرت استعمال کی وجہ سے ہمزہ حذف کر دیا گیا ہے، جیسا کہ ”اَلنَّاس“ ہے کہ اصل میں ”اَلْاَناس“ تھا اور ”خَيْرٌ مِنْ هٰذَا“ میں ”خَيْرٌ“ دراصل ”اَخَيْرٌ“ تھا، کثرت استعمال کی وجہ سے تخفیفاً ہمزہ حذف کر دیا گیا۔ ”اَحَدٌ“ یہ لفظ اکثر طور پر نفی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یا اثبات کے معنی میں، ہفتے کے دن کے لیے ”يَوْمُ الْاَحَدِ“ استعمال ہوتا ہے، اثبات میں یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت بنتا ہے، کیوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایک ہے، یعنی اپنی ذات، صفات، اسماء اور افعال میں یکتا ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں، کوئی اس کے مثل نہیں، نہ کوئی اس کا شریک ہے۔

ولاد سے چار غلاموں کو آزاد

صح مسلم: ۲۶۹۳]

دکرنا واجب ہو جائے، اسے  
نے گا؟

کفایت نہیں کرے گا، البتہ  
نے فرمادیا ہے۔ لہذا ثواب  
کفایت میں بھی برابر ہو، بنا  
مرتبہ پڑھ دے، یہ قراءت

آن کے برابر ہونے کی وجہ  
کی مباحث ہیں:

یس، جیسا کہ پچھلی امتوں کے  
ندہ حالات کے بارے میں

اور توحید وغیرہ۔

ہوئے ہے، لہذا یہ تہائی قرآن  
سے بہترین توجیہ یہی ہے۔

نہیں، وہ ”الخالق“ ہے، اس کے علاوہ باقی تمام مخلوقات ہیں، لہذا اس کا کسی سے پیدا ہونا کیسے ممکن ہے؟

اللہ تعالیٰ کے بطور والد ہونے سے انکار کی بہ نسبت بطور اولاد ہونے سے انکار کو عقل زیادہ قبول کرتی ہے۔ اسی لیے آج تک کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کا باپ موجود ہے اس کے برعکس کئی لوگوں نے اس کی اولاد موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی نفی کر دی، پہلے اپنی اولاد کی نفی کی کیوں کہ ایسا دعویٰ کرنے والوں کا رد زیادہ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ﴾ [المومنون: ۹۱]

”اللہ نے کوئی اولاد نہیں پکڑی۔“ حتیٰ کہ نام نہاد اولاد بھی نہیں بنائی۔ کوئی انسان کبھی کسی کو اپنی اولاد بنا لیتا ہے، حالانکہ اس نے اسے خود چنا نہیں ہوتا بلکہ صرف متنبی وغیرہ کی صورت ہوتی ہے۔ اب کسی کو منہ بولا بیٹا یا بیٹی بنانا جائز نہیں لیکن اللہ نے ایسی بھی کوئی اولاد نہیں پکڑی۔ بسا اوقات ذہن میں یہ بات آ جاتی ہے کہ ایسی چیز بھی ہو سکتی ہے جو نہ والد ہو اور نہ اولاد بلکہ خود بخود پیدا ہو جائے، اس وہم کا رد یہ الفاظ کرتے ہیں: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ کہ جب اس کے ہم سراور ہم پلہ کی نفی ہو گئی تو اس بات کی بھی نفی ہو گئی کیوں کہ تمام صفات میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔

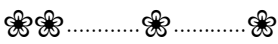
اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی ثبوتی صفات بھی ہیں اور سلبی بھی۔ صفات ثبوتیہ یہ ہیں:

- ① اللہ..... الوہیت و معبودیت
- ② احد..... یکتائی و وحدانیت
- ③ الصمد..... استغناء و بے پرواہی

صفات سلبیہ یہ ہیں:

- ① لَمْ يَلِدْ..... ② وَلَمْ يُولَدْ..... ③ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔

یہ تینوں قسم کی نفی، وحدانیت و صمدیت کے کمال کو ثابت کرتی ہے۔



کیا اللہ کا استواء یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ عرش کا محتاج ہے، اگر وہ ہٹا دیا جائے تو گر جائے؟

جواب یہ ہے کہ ایسی بات نہیں ہے، ہرگز نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ مکمل مستغنی ہے، عرش کا محتاج نہیں، بلکہ عرش، آسمان کرسی اور تمام مخلوقات اللہ کی محتاج ہیں، اللہ ان سے بے پرواہ ہے۔ یہ سب باتیں ہمیں ”الصمد“ سے معلوم ہوتی ہیں۔

اگر کوئی پوچھے کہ کیا اللہ کھانا یا پیتا ہے؟ میں فوراً کہوں گا کہ ہرگز نہیں، کیوں کہ وہ ”الصمد“ (بے نیاز) ہے۔

ان باتوں سے ہمیں کلمہ کی ”الصمد“ جامعیت کا پتا چلتا ہے۔ ﴿لَمْ يَلِدْ ۚ وَلَمْ يُولَدْ ۚ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ ”نہ وہ کسی کا باپ ہے، نہ کسی کا بیٹا، اور نہ کوئی اس کا ہم سر ہو سکتا ہے۔“

یہ دو آیات ”صمدیت“ اور ”وحدانیت“ کی تاکید کرتی ہیں، ہم نے اسے تاکید اس لیے کہا ہے کہ ان کا مفہوم ہم پیچھے بھی سمجھ چکے ہیں۔ لہذا ان کا بیان پچھلے مفہوم کی تاکید و تائید ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت و صمدیت کی وجہ سے ”لَمْ يَلِدْ“ ہے، کیوں کہ اولاد خلقت، صفات اور شکل میں اپنے والد کی مثل ہوتی ہے۔

جز مد لہی زید بن حارثہ اور ان کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرا، وہ دونوں ایک ہی چادر کو اوڑھے ہوئے تھے اور ان دونوں کے پاؤں نظر آ رہے تھے، اس نے جب دونوں کے پاؤں کو دیکھا تو کہا: ”یہ پاؤں تو باپ بیٹے کے ہیں۔“

[صحیح البخاری: ۶۷۷۱، صحیح مسلم: ۱۴۵۹]

اس نے یہ مشابہت کی وجہ سے معلوم کر لیا تھا۔

لہذا ثابت ہوا کہ اپنی وحدانیت اور صمدیت کے کمال کی وجہ سے وہ ”لَمْ يَلِدْ“ ہے، کیوں کہ والد اپنی اولاد کی خدمت و اعانت کا محتاج ہوتا ہے، انہی سے اس کی نسل باقی رہتی ہے۔ ”لَمْ يُولَدْ“ سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ اگر وہ چنا گیا ہوتا تو پہلے اس کا کوئی والد بھی ہوتا، حالانکہ وہ جل شانہ تو ”الاول“ ہے، اس سے پہلے کوئی چیز

# سب سے پہلے اٹھائی جانے والی چیز..... خشوع

ترجمہ: عبد الرحمن بھٹی

الکبیر، صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم (رحمہم اللہ) میں صحیح سند سے سیدنا ابو قتادہ انصاری (رضی اللہ عنہ) کی حدیث ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”سب سے برا چور نماز کا چور ہے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: وہ نماز کی چوری کیسے کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ (نماز میں) رکوع اور سجود مکمل نہیں کرتا۔“

پس انسان جب اپنی نماز سے غافل ہو جاتا ہے اور اُس میں کھیلتا رہتا ہے تو اُس کا دل نہیں جانتا کہ وہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہے وہ اُس نماز کو اپنے اوپر بوجھ خیال کرتا ہے اور اُس سے چھٹکارہ چاہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۝ الَّذِينَ يَنْتَظِرُونَ أَنَّهُمْ مَلْقُوا رَبَّهُمْ وَانَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ [البقرة: ۴۵، ۴۶]

”صبر اور نماز سے اللہ کی مدد چاہو۔ یقیناً صبر، اور نماز سے مدد چاہنا ڈرنے والوں کے سوا ہر شخص پر بھاری ہوتا ہے۔ وہ جو اپنے رب سے ملنے پر یقین رکھتے ہیں اور اس پر بھی کہ وہ اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“

میرے معزز بھائیو!

جب انسان اپنی نماز میں خشوع کو اپناتا ہے تو وہ اُس سے

الحمد لله رب العالمين واصلى واسلم على اشرف الانبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه ومن والا هم - اما بعد!

جن کاموں پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اُن میں سے ایک نماز کی ادائیگی میں خشوع اور اللہ رب العالمین کے سامنے عاجزی کرنا ہے۔

نماز میں خشوع کرنا ایک ایسا امر ہے جس میں ہماری طرف سے سراسر کوتاہی روا رکھی جاتی ہے۔ جس کو ہم احسن طریقہ سے دور کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ یہ ایک ایسا عظیم کام ہے جس کو انجام دینے والوں کی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے کہ

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ [المؤمنون: ۱-۲]

”یقیناً وہ مومن کامیاب ہو گئے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔“

انسان جب نماز کا آغاز کرتا ہے تو اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کے ساتھ ساتھ اپنے اعضاء کو بھی خشوع و خضوع اور جمعیت کے ساتھ اللہ رب العالمین کی طرف متوجہ رکھے۔

انسان جب اپنی نماز سے غافل ہو جاتا ہے اور اس سے توجہ ہٹا لیتا ہے اور اُس کے خیالات ادھر ادھر اڑنا شروع ہو جاتے ہیں تو وہ بدترین چوروں میں شامل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مسند احمد، معجم الطبرانی

سے انکار کی بہ نسبت بطور اولاد ہے۔ اسی لیے آج تک کسی موجود ہے اس کے برعکس کئی عموماً کیا ہے۔

مکرمی، پہلے اپنی اولاد کی نفی کی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[المؤمنون: ۹۱]

نام نہاد اولاد بھی نہیں بنائی۔ بنا لیتا ہے، حالانکہ اس نے ہر کی صورت ہوتی ہے۔ اب ان اللہ نے ایسی بھی کوئی اولاد مت آ جاتی ہے کہ ایسی چیز بھی وجود پیدا ہو جائے، اس وہم نے لَہُ كُفُوًا أَحَدٌ کہ جب بات کی بھی نفی ہو گئی کیوں کہ

وہ صفات بھی ہیں اور سلبی

معبودیت

عدانیت

بے پرواہی

..... ۳) وَكَمْ يَكُنْ لَهُ

ت کے کمال کو ثابت کرتی ہے۔

.....

not found.

اللہ کی پناہ! ہم ایک ایسے زمانہ میں ہیں جس میں خشوع کو اٹھا لیا گیا ہے۔

**میرے محترم بھائیو!**

معجم الطبرانی الکبیر میں حسن سند کے ساتھ ثابت ہے، جسے اہل شیخ نے مجمع الزوائد اور منذری نے ترغیب میں سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”میری امت میں سے سب سے پہلے جس چیز کو اٹھایا جائے گا وہ خشوع ہے تو تمہیں کوئی بھی خشوع کرنے والا نظر نہ آئے گا۔“

سیدنا جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا ذکر سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کیا تو انھوں نے فرمایا: سیدنا ابودرداء نے سچ فرمایا ہے۔ انھوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ اس امت میں سے سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہے۔ یہاں تک کہ تو ایک بڑی مسجد میں داخل ہوگا اور وہاں تجھے ایک آدمی بھی خشوع والا نظر نہ آئے گا۔

مستدرک حاکم میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح سند سے ثابت ہے، انھوں نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجد میں اکٹھے ہوں گے لیکن اُن میں سے کوئی مومن نہ ہوگا۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

**میرے پیارے بھائیو!**

جو بات ہم اوپر بیان کر آئے کہ ”اس امت میں سے سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہے۔“ اور اس حدیث میں کہ ”اس امت میں سے سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی اور اسلام کے احکام کو توڑا جائے گا وہ اللہ کا نازل کردہ حکم ہوگا۔“ کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لذت اور خوشی محسوس کرتا ہے۔ اور وہ (نماز) اُس کے نزدیک سب سے اہم کام اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے۔ جیسا کہ مسند احمد، نسائی، بیہقی اور مستدرک حاکم میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ جس کو امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی صحیح کہا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

«حبب الی من دنیاکم الطیب والنساء جعلت قرة عینی فی الصلوۃ»

”تمہاری دنیا میں خوشبو اور عورتیں میرے لیے محبوب بنا دی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیں جناب نبی ہدایت ﷺ کی نماز کی طرف توجہ کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ ﷺ کا دل اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور خشوع کی وجہ سے دھڑکتا رہتا تھا۔ مسند احمد، سنن ابی داؤد، نسائی، صحیح ابن خزیمہ اور سنن بیہقی میں سیدنا عبداللہ بن ثخیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ حالت نماز میں تھے۔ پس میں نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے اس طرح رونے کی آواز سنی جس طرح ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہو۔

**اسلامی بھائیو!**

یہ صفت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بڑے بڑے تابعین کرام کے دلوں میں ڈال دی گئی تھی، اور یہ صفت اللہ کے بندوں میں اُس وقت تک رہے گی جب تک زمین اور جو کچھ اُس کے اوپر ہے اس پر اللہ کا قبضہ رہے گا۔

جلیل القدر تابعی جناب عامر بن قیس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جب آپ نماز میں ہوتے ہیں تو کیا آپ کے دل میں اپنی بیوی بچوں اور مال وغیرہ امور دنیا کے خیالات آتے ہیں؟ تو انھوں نے جواباً فرمایا: کیا نماز سے بھی اچھی کوئی چیز ہو سکتی ہے کہ میں نماز میں اُس کے بارے میں خیال کروں۔



س ہیں جس میں خشوع کو اٹھا  
کے ساتھ ثابت ہے، جسے الہامی  
میں سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے  
کو فرماتے ہوئے سنا:

پہلے جس چیز کو اٹھایا جائے  
خشوع کرنے والا نظر نہ

ہیں کہ میں نے اس حدیث کا  
لیا تو انھوں نے فرمایا: سیدنا  
فرمایا: کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں  
پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ  
مسجد میں داخل ہوگا اور وہاں  
ہے گا۔

بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی  
نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا  
گے لیکن ان میں سے کوئی

اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع

”اس امت میں سے سب  
ہے۔“

ت میں سے سب سے پہلے جو  
کو توڑا جائے گا وہ اللہ کا نازل

مسند احمد، معجم الطبرانی الکبیر اور صحیح ابن حبان میں سیدنا ابوامامہ  
باہلی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن سند کے ساتھ ثابت ہے کہ بے شک رسول  
اللہ ﷺ نے فرمایا:

”یقیناً اسلام کے کڑے ایک ایک کر کے ٹوٹ جائیں گے۔  
سب سے پہلے اللہ کا نازل کردہ حکم اور آخر میں نماز ٹکڑے  
ٹکڑے ہوگی۔“

حدیث ”اس امت سے سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی  
وہ خشوع ہے“ اور اوپر والی ذکر کردہ حدیث میں کوئی اختلاف نہیں  
ہے۔ کیونکہ اللہ کی تعظیم و خشوع دل سے نکل جانے کے بعد ہی اللہ  
کا قانون اٹھے گا۔ جب دل خراب ہو جاتے ہیں، خواہشات اور  
شہوات کا زنگ ان پر چڑھ جاتا ہے تو رب العالمین کا ڈران سے نکل  
جاتا ہے۔ پھر اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کے نازل  
کردہ صحیح حکم اور مضبوط شرعی طریقہ کو چھوڑ دیا جائے۔

**میرے مبارک بھائی!**

دل کے خشوع کے بعد جس کے بارے میں جاننا ضروری ہے  
وہ اعضاء کا خشوع ہے۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے  
منہ کو جمائی اور اعضاء کو فضول حرکات سے محفوظ رکھے تو ان کے اندر  
بھی دل کی طرح خشوع پیدا ہو جاتا ہے۔ جب ایک مسلمان اپنے  
اعضاء کو نماز میں فضول حرکات اور بلا ضرورت کثرت حرکات سے  
نہیں روک سکتا تو پھر اس کے دل اور باطن کا خشوع بھی اس سے  
بہت زیادہ دور چلا جاتا ہے۔

نماز میں انسان کا فضول حرکات کرنا اور کھیلنا مثلاً رومال وغیرہ  
کو درست کرنا یا نظر کو ادھر ادھر دوڑانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ  
اُس کے دل میں اللہ رب العالمین کا ڈر نہیں ہے۔ صحیح بخاری، سنن  
ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث  
موجود ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو نماز میں اوپر  
اٹھاتے ہیں؟ یا تو یہ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی آنکھوں  
کو ضرور اچک لیا جائے گا۔“

مسند احمد، سنن ابوداؤد، نسائی، صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم  
میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا ابودر رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے کہ میں  
نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

”بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی طرف توجہ کرتا ہے جب تک  
وہ نماز میں ادھر ادھر نہیں جھانکتا پس جب وہ (نماز میں)  
ادھر ادھر جھانکنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس سے اپنی توجہ ہٹا  
لیتا ہے۔“

**میرے پیارے بھائیو!**

جب انسان بہت زیادہ حرکات کرتا ہے اور نظر ادھر ادھر  
دوڑانے کی وجہ سے اپنی نماز میں کھیلتا ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتا  
نہیں ہے اور نہ ہی مکمل توجہ سے وہ اللہ کے لیے نماز قائم کرتا ہے۔  
اس لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں کمی کرتا ہے۔ اگر یہی انسان دنیا  
کے کسی بڑے شخص کے سامنے کھڑا ہو تو آپ اُس کو اس کے لیے ہر  
لحاظ سے مکمل طور پر تیار پائیں گے۔ لیکن جب اُس کے مقابلہ میں  
نماز آتی ہے جس میں اُس نے اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا  
ہوتا ہے تو وہ غافل دل، منتشر ذہن والا بن کر دنیا کے کاموں میں  
مشغول ہوتا ہے۔ نماز کی کوئی چیز مکمل نہیں ہوتی۔ اور یہ چیز اس کی  
رسوائی اور (اللہ کی رحمت سے) محروم ہونے کی نشانی ہے۔

**میرے پیارے بھائیو!**

مجھے معاف فرمائیں، انتہائی افسوس ناک بات یہ ہے کہ بہت  
سے لوگ جو اچھے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں وہ بھی نماز میں تاخیر سے  
آتے ہیں۔ کچھ اقامت کے قریب اور تکبیر تحریمہ کے بعد آتے ہیں  
اگر ان کی اس حرکت پر جو خواہ قلیل ہی کیوں نہ ہو خاموشی اختیار کر لی

میں سے ہے۔ جب دل بگڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ نماز میں خشوع پیدا کرنا تو دور کی بات ہے۔

④..... نماز کے لیے اول وقت آنا، اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

⑤..... امام جہری نماز میں جو قراءت کرے اُس میں غور و فکر کرو۔

⑥..... نماز کے قیام، رکوع اور سجود میں کیے گئے اذکار میں بھی غور و فکر کرو۔

⑦..... گناہ اور نافرمانی سے اجتناب کرو، اگر تم سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو اس سے فوراً توبہ اور استغفار کرو اور اللہ کے ساتھ دوبارہ یہ عمل نہ کرنے کا عہد کرو۔

ان میں سے بہت سے گناہ ہم میں موجود ہیں جن کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔ لیکن ان میں سے کچھ مشہور کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں۔

(ا) فجر کی نماز باجماعت نہ پڑھنا۔

(ب) ڈاڑھی منڈوانا۔

(ج) فضول کاموں میں وقت کو ضائع کرنا۔

(د) غرور و تکبر کرنا۔

(ه) حسد کرنا

(و) برے اخلاق

(ز) جھوٹ: افسوس کہ ہم بعض اچھے اچھے لوگوں کو اس میں مبتلا دیکھتے ہیں۔

(ه) چغلی، غیبت: یہ دو ایسے بڑے گناہ ہیں جن میں ہماری اکثریت مبتلا ہے گویا کہ یہ گناہ ہے ہی نہیں۔

⑧..... اس بات کو یاد رکھو کہ اگر تم اپنی نماز سے غافل ہو جاؤ گے یا اُس میں کھیلنے لگو گے تو عین ممکن ہے کہ تم کہیں اللہ کی بیان کردہ وعید کے مستحق لوگوں میں شامل ہو جاؤ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ

جائے تو باقی لوگ بھی اس کام کو گناہ نہیں سمجھیں گے لیکن میں عام طور پر دیکھتا ہوں کہ یہ کام عادتاً اور اعلانیہ کیا جاتا ہے اور کرنے والا اس کو اچھا سمجھ کر کرتا ہے۔ اور یہ مسکین اسلاف میں سے ایک نیک آدمی کے قول کو نہیں جانتا کہ

”جب تم کسی شخص کو تکبیر تحریمہ کے بارے میں سستی کرتے ہوئے دیکھو تو اپنے ہاتھوں کو اُس شخص سے جھاڑ لو یعنی قطع تعلق کر لو۔“

اگر یہ لوگ ”اللہ اکبر“ کی آواز سن کر نماز کی طرف جلدی کریں تو یہ بات اللہ رب العالمین کے سامنے خشوع اور عاجزی کرنے کا بہت بڑا سبب اور ذریعہ ثابت ہو۔

### ”اور اس کا علاج“

غور و فکر کرنے والا شخص نماز میں ترک خشوع کو نہایت خطرناک اور عاجز کر دینے والا مرض جانے گا حالاں کہ یہ نہایت اہم اور ضروری امر ہے، اور جب انسان اس سے غافل ہو جاتا ہے تو اُس کا تعلق اپنے رب عزوجل سے کمزور ہو جاتا ہے اور جب وہ بیدار اور متنبہ ہوتا ہے تو اُس کا تعلق اپنے خالق سے زیادہ مضبوط اور طاقت ور ہو جاتا ہے، اُس کا سینہ کھل جاتا ہے اور دل مطمئن ہو جاتا ہے۔

اس مختصر فائدہ مند مضمون کے آخر میں، میں ایسے طریقے پیش کرتا ہوں جن کے ذریعہ ایک مسلمان اس خطرناک بیماری سے محفوظ رہ سکتا ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

①..... اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرتے وقت تم اللہ کی عظمت و بڑائی کو دل میں حاضر اور موجود رکھو۔

②..... کم کھاؤ اور کم پیو۔

③..... سونا کم کرو۔

بلا شک و شبہ زیادہ کھانا اور سونا دل کے بگاڑنے کے اسباب

فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
وَاطْمَأْنَنُوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيِنَا غُفْلُونَ ۚ أُولَٰئِكَ  
مَأْوَهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [يونس: ۸۰۷]

”جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی  
زندگی پر راضی اور مطمئن ہو گئے اور ہماری نشانیوں سے غافل  
ہیں ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ ان کی کمائی کی وجہ سے جہنم ہے۔“  
④..... نماز کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دعائیں حرص اور  
شوق رکھنا۔

جب کوئی مسلمان ہر وقت اللہ کے ذکر ”تسبیح، تہجد، استغفار“  
کا شوق رکھے گا چاہے وہ اپنی گاڑی میں ہو یا اپنے اہل و عیال میں یا  
اپنے کسی دیگر کام مشغول ہوگا تو یہ بات ان شاء اللہ ضرور نماز میں  
خشوع و خضوع کا بڑا سبب بنے گی۔

⑤..... ہم میں سے ہر ایک کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب وہ اپنی  
نماز میں اور اذکار میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے  
دوست اور محبوب بندوں میں شامل ہو جائے گا۔ جن کے بارے میں  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿فَاسْتَجِبْنَا لَهُ ۚ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيٰى وَ اٰصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ط  
اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسْرِ عُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَآ رَغْبًا وَ  
رَهْبًا ط وَ كَانُوْا لَنَا حٰشِعِيْنَ﴾ [الانبیاء: ۹۰]

”بے شک وہ لوگ جو نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور ہمیں  
شوق اور ڈر کے ساتھ پکارتے ہیں اور ہمارے لیے خشوع  
کرنے والے ہیں۔“

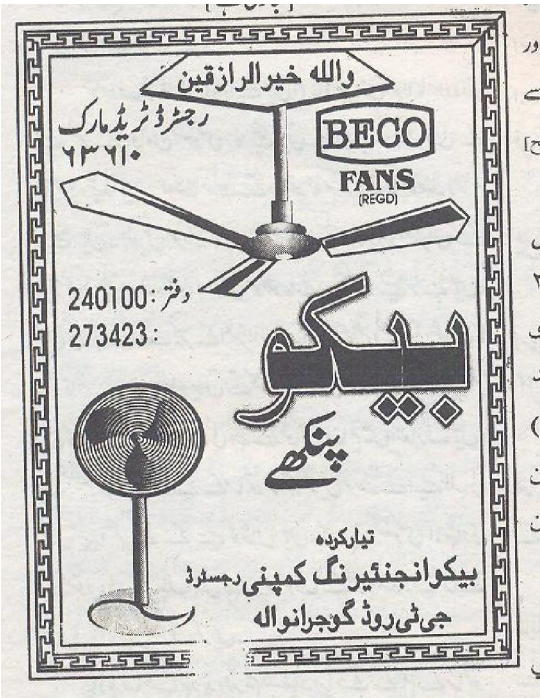
تو یہ لازمی ہے کہ ایسی صفات اپنانے والا شخص بھی قیامت  
کے دن اُن کے قافلے میں شامل ہوگا۔

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ کی اس آواز کو سنیں جو اس  
شخص کے لیے نصیحت ہے جس کا دل درست ہے اور اچھی طرح کان  
لگا کر سنے۔

﴿اَلَمْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا  
نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۚ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتٰبَ مِنْ  
قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ط وَ كَثِيْرٌ مِنْهُمْ  
فٰسِقُوْنَ﴾ [الحديد: ۱۶]

”کیا ایمان والوں کے لیے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ ان  
کے دل اللہ کے ذکر اور اس کی طرف سے نازل کردہ حق کے  
لیے ڈرجائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جو ان سے پہلے  
کتاب دیئے گئے پھر ان پر دیر تک وقت گزر گیا تو ان کے دل  
سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے لوگ فاسق ہیں۔“

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ  
اجمعین۔ و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔  
❀.....❀.....❀



اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کمزور  
ور کی بات ہے۔

آنا، اس کی تفصیل پہلے گزر

قرآن کرے اُس میں غور

موجود میں کیے گئے اذکار میں بھی

تاب کرو، اگر تم سے کسی گناہ کا  
استغفار کرو اور اللہ کے ساتھ

میں موجود ہیں جن کو شمار کرنا  
مشہور کی طرف میں اشارہ

ہنا۔

وضائع کرنا۔

اچھے اچھے لوگوں کو اس میں

بڑے گناہ ہیں جن میں ہماری  
ہیں۔

تم اپنی نماز سے غافل ہو جاؤ  
ہے کہ تم کہیں اللہ کی بیان کردہ

جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ

# احرام کی حالت میں شادی کرنا کیسا ہے؟

مولانا عبدالرحمن ضیاء

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على من لا  
مروج قرار دیا ہے) اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَالْمَشْهُورُ عِنْدَ أَكْثَرِ النَّاسِ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا“

نبی بعدہ، اما بعد!

[مجموع فتاویٰ: ۱۸/ ص: ۷۳]

”یعنی اکثریت کے نزدیک مشہور یہی ہے کہ آپ ﷺ نے  
ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ غیر محرم ہونے کی حالت میں ہی  
شادی کی ہے۔“

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو انھوں نے غلط قرار دیا ہے۔ شیخ  
الاسلام رحمہ اللہ کا دعویٰ دراصل یہ ہے (اور یہ صرف انھیں کا ہی دعویٰ  
نہیں ہے بلکہ عام محققین اہل اصول کے نزدیک بھی اسی طرح ہی  
ہے) کہ کبھی کبھی ثقہ راوی سے بھی وہم یا غلطی ہو جایا کرتی ہے جو کہ  
قرآن و شواہد یا دیگر قوی یا قوی تر دلائل سے پہچان لی جاتی ہے۔ اسی  
لیے تو مصطلح کی کتب میں مقلوب، مصحف، مدرج وغیرہ اصطلاحات  
پائی جاتی ہیں اور نفس الامر میں محدثین کرام کی جماعت نے ثقہ  
راویوں کے ادہام یا اغلاط بیان کیے ہیں اور اس سلسلہ میں انھوں نے  
علل الحدیث کی کتب بھی لکھی ہیں: ”تصحیفات المحدثین،  
لابی احمد عسکری“، ”اصلاح غلط المحدثین،  
للخطابی“ اور ”التصحیف، للدارقطنی“ اسی سلسلہ کی کڑی  
ہیں، اور اس میں صحابی و غیر صحابی کا کوئی فرق نہیں ہے اور اس طرح  
کے بہت کم ادہام بخاری و مسلم میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ بات  
درست ہے کہ صحیح بخاری قرآن کے بعد تمام کتب حدیث سے زیادہ

بندہ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق و مدد کے ساتھ (شیخ الاسلام امام  
ابن تیمیہ رحمہ اللہ بحیثیت ایک عظیم محدث) کے عنوان سے ایک مقالہ  
تحریر کیا تھا جو ہفت روزہ الاعتصام اگست ۲۰۰۶ء جلد ۵۸ شمارہ ۳۳ تا  
۳۴ مکمل دس قسطوں میں شائع ہوا۔ بعض احباب نے اسے اچھی نگاہ  
سے دیکھا اور خوشی کا اظہار بھی کیا۔ (ولله الحمد علی ذلك)  
اس کی ساتویں قسط ۲۶ رمضان المبارک [شمارہ: ۴۱،  
ص: ۲۶] پر (اختلاف حدیث کے وقت و وجہ ترجیح کے سلسلہ میں)  
پانچویں وجہ یہ بیان کی گئی تھی کہ جس حدیث میں کسی راوی سے غلطی  
واقع نہ ہوئی ہو اسے غلطی واقع ہوئی پر ترجیح ہوگی اس کی مثال یہ ذکر  
کی گئی تھی کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ام  
المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محرم ہونے کی حالت میں شادی کی۔

[بخاری]

جب کہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کا اپنا بیان ہے کہ آپ ﷺ  
نے میرے ساتھ حلال (یعنی غیر محرم) ہونے کی حالت میں شادی کی  
تھی۔ [صحیح بخاری کے علاوہ عام کتب حدیث مثلاً مسلم شریف، ترمذی، ابوداؤد،  
ابن ماجہ، دارمی، ابن جارد، بیہقی، مسند احمد، ج: ۶، ص: ۳۳۲-۳۳۳]  
اور میں نے لکھا تھا کہ (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے میمونہ  
کے بیان کو ترجیح دی ہے اور جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کو

صحیح ہے اس کی صحت و قطعیت میں شک و شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔

صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں جو قلیل وہم یا غلطی یا قلب و تصحیف پائے جاتے ہیں ان کے متعلق بھی بعض محققین نے کتب لکھی ہیں۔

حافظ ابوعلی جانی رحمہ اللہ کی (کتاب التنبیہ علی الاوهام الواقفة

فی الصحیحین من قبل الرواة) یہ غلطی کئی دفعہ امام بخاری رحمہ اللہ

خود بیان بھی کر دیتے ہیں اور بعض مقامات میں بیان نہیں بھی

ہوئیں۔ لیکن وہ اوہام پوری صحیح بخاری کی بہ نسبت بہت ہی قلیل یا نادر

ہی ہیں اور اہل علم کے ہاں وہ معروف و مشہور ہی ہیں اور شرح

حدیث بھی ان کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح

الباری میں اس کا خاص اہتمام بھی کیا ہے ان میں سے بعض کا تعلق

تصحیف کے ساتھ ہے اور ہمارے زیر نظر مسئلہ میں پیش ہونے والی دو

احادیث یعنی حدیث میمونہ رحمہ اللہ اور حدیث ابن عباس رحمہ اللہ کے

درمیان جمع و تطبیق کے سلسلہ میں ہمارے قابل قدر محترم مولانا عبداللہ

سرور صاحب رحمہ اللہ نے الاعتصام (ج: ۵۸، ش: ۴۳، ص: ۱۸) میں

ایک مضمون لکھا جس کا عنوان ”دو حدیثوں کے درمیان مناسب

تطبیق“ تھا اس مضمون میں محترم مولانا صاحب رحمہ اللہ ان دونوں

حدیثوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ (احرام کی حالت

میں) نکاح کرنے میں یا پیغام دینے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

ہاں ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے لیے حلال ہونا ضروری ہے اور

یہی ان دونوں حدیثوں میں تطبیق نظر آتی ہے۔ (انتہی)

میں کہتا ہوں کہ (محرم) کے نکاح کے متعلق تین روایتیں آتی

ہیں: ایک قولی اور دو فعلی۔

### قولی روایت

عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكَحُ وَلَا يَخْطُبُ» [مسلم،

نسائی، ابوداؤد، نیز دیکھیے التمهید لابن عبد البر،

ج: ۱۶، ص: ۴۵]

”محرم (احرام والا شخص) نہ اپنا نکاح کرے نہ کسی کا، اور نہ ہی

نکاح کا پیغام بھیجے (یعنی منگنی بھی نہ کرے۔)“

اور ترمذی وغیرہ میں نُبَیْہ بن وہب مدنی کا بیان ہے کہ عمر بن

عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹے طلحہ کا نکاح کرنا چاہا تو مجھے عثمان رحمہ اللہ

کے بیٹے ابان کی طرف بھیجا اور وہ اس وقت حاجیوں کے امیر تھے اور

میں نے اُسے یہ پیغام دیا کہ مجھے آپ کے بھائی عمر بن عبداللہ نے

آپ کی طرف بھیجا ہے کیوں کہ وہ اپنے بیٹے کا نکاح کرنا چاہتے ہیں

اور وہ اس نکاح میں آپ کی حاضری پسند کرتے ہیں (یا آپ کو گواہ

بنانا پسند کرتے ہیں) یہ سن کر امیر الحجاج ابان نے کہا: میں تو اسے ایک

دیہاتی ہی سمجھتا ہوں جو کہ سنت (شرعی مسائل) سے جاہل و نابلدہ ہے

کیوں کہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ محرم نہ اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا،

پھر انھوں نے اسے اپنے باپ عثمان رحمہ اللہ سے یہی مرفوع قولی حدیث

سنائی۔ [ترمذی شریف بمع تحفة الاحوذی: ۸۸/۲]

تنبیہ: ہمارے محترم بزرگ مولانا عبداللہ سرور صاحب رحمہ اللہ

سے اس جگہ سہو ہوا ہے کہ انھوں نے ”لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا

يُنْكَحُ“ الفاظ کو حضرت عثمان رحمہ اللہ کا قول قرار دیا ہے۔ حالانکہ امام

ترمذی رحمہ اللہ نے یہ عثمان رحمہ اللہ کے بیٹے ابان کا قول ذکر کیا ہے۔ پھر

ابان نے بعد میں اپنے باپ عثمان سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ امام

ترمذی کا قول ”ثُمَّ حَدَّثَ عَنْ عُثْمَانَ يَرْفَعُهُ“ بھی اس پر دلالت

کرتا ہے یعنی ابان نے پہلے اپنے الفاظ میں ہی بیان کر دیا تھا پھر

اپنے باپ عثمان سے مرفوعاً بیان کیا۔

### پہلی فعلی روایت

حدیث میمونہ رحمہ اللہ یعنی ام المؤمنین میمونہ رحمہ اللہ فرماتی ہیں کہ

”تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ حَلَالٌ“۔

”نبی ﷺ نے میرے ساتھ غیر محرم ہونے کی حالت میں

شادی کی۔“ [مسلم و ترمذی وغیرہ]

یہ حدیث ابورافع اور میمونہ رحمہ اللہ کے بھانجے یزید بن اسلم سے

16 تا 22 فروری 2007ء..... (201)..... 27 محرم الحرام 1428ھ

بھی مروی ہے۔ [ترمذی]

## دوسری فعلی روایت

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”تَزَوَّجَهَا وَهُوَ مُحْرَمٌ“ آپ ﷺ نے ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محرم ہونے کی حالت میں شادی کی تھی۔ [بخاری وغیرہ]

اب اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ باعتبار سند یہ تینوں روایات صحیح ہیں اور آخری حدیث بخاری شریف وغیرہ میں ہے۔

لیکن آخری روایت بظاہر پہلی دونوں روایتوں کے منافی ہے یعنی اگر اس کا یہی ترجمہ کر لیا جائے کہ آپ نے احرام کی حالت میں شادی کی تو یہ پہلی دونوں روایتوں کے منافی ہے۔

تو اب علمائے حدیث و شارحین نے اس ظاہری تعارض کے حل کے لیے دو طریقے اختیار کیے ہیں۔ ایک جمع و تطبیق کا طریقہ یعنی ان دونوں میں سے کسی ایک کی کوئی ایسی توجیہ کی جائے اور ایسا مطلب بیان کیا جائے کہ جس سے یہ ظاہری تعارض اور تناقض دور ہو جائے اور دوسرا طریقہ ترجیح کا ہے۔

## جمع و تطبیق کا طریقہ

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میمونہ اور ابن عباس کی روایت میں کوئی تعارض نہیں اور نہ ہی ابن عباس کا کوئی وہم ہے کیوں کہ ابن عباس دوسروں کی بنسبت علم و حفظ میں زیادہ ہیں لیکن انھوں نے جو یہ کہا ہے کہ آپ نے محرم ہونے کی حالت میں نکاح کیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے حرم میں داخل ہونے کی حالت میں نکاح کیا تھا جیسا کہ لغت عربی میں (أَنْجَدًا) یعنی فلاں نجد میں داخل ہوا اور (أَنْتَهُم) فلاں تہامہ میں داخل ہوا۔ کہا جاتا ہے اور اصل وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جب عمرہ القضاء کی خاطر مکہ کی طرف جانے کا عزم کیا تھا تو اس وقت مدینہ سے ابورافع اور ایک انصاری شخص کو مکہ روانہ کر دیا تھا تا کہ وہ میمونہ کو

نکاح کا پیغام دے دیں اس کے بعد آپ احرام باندھ کر نکلے۔ جب مکہ داخل ہوئے تھے، بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور عمرہ سے حلال ہو گئے (یعنی احرام کھول دیا) اور میمونہ سے شادی کر لی اور مکہ میں تین دن ٹھہرے پھر مکہ والوں نے آپ سے مطالبہ کر دیا کہ آپ مکہ سے نکل جائیں چنانچہ آپ مکہ سے نکلے حتیٰ کہ مقام سرف پر پہنچ کر میمونہ سے ہمبستر ہوئے اور اس وقت وہ دونوں حلال (غیر محرم) ہی تھے تو ابن عباس نے وہ عقد نکاح کا ہی ذکر کیا ہے جب کہ میمونہ نے اپنا قصہ اسی طرح بیان کیا جس طرح پیش آیا اور میمونہ کی طرح ہی ابورافع نے بیان کیا ہے اور ابورافع ہی نبی ﷺ کا پیغام دینے والے (سفیر) تھے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اس بیان سے نبی ﷺ کا فعل آپ کے قول (یعنی احرام کی حالت میں نکاح کرنے سے منع) کے خلاف نہیں

رہتا۔ [دیکھیے التعلیق المغنی علی الدار قطنی، ج: ۳/۳۱۳، طبع نشر السنة ملتان، شرح حدیث ۳۶۲۳]

دیکھیے حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اس توجیہ سے ان روایتوں میں واقع ظاہری تعارض دور ہو جاتا ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے محرم کا معنی (حرم میں داخل ہونے والا) کیا ہے یہ معنی لغت عرب میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ لغت عربی کی مشہور کتاب المصباح المنیر للفيومي میں (مادہ حرم) میں لکھا ہے: أَحْرَمَ، دَخَلَ الْحَرَمَ ”وہ حرم میں داخل ہوا“ وَأَحْرَمَ أَي دَخَلَ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ ”وہ حرمت والے مہینہ میں داخل ہوا۔ اسی طرح ”أَنْجَدًا“ کا معنی لکھا ہے ”اُنْجَى نَجْدًا“ وہ نجد میں آیا اور ”أَنْتَهُم“ وہ تہامہ میں آیا۔ [ص: ۱۳۲]

نیز فن صرف کی کتابوں میں باب افعال کے معانی و خاصیات میں ایک معنی بلوغ (یعنی فاعل کا ماخذ میں پہنچنا یا آنا) بھی لکھا ہے اور اُس کی مثال أَصْبَحَ اور أَمْرَقَ دی ہے یعنی وہ صبح میں داخل ہوا، یا آیا، یا پہنچا اور وہ عراق میں داخل ہوا یا آیا۔

ترمذی نے علل صغیر میں اور حافظ ابن حجر نے شرح منہج میں اس کی وضاحت کی ہے۔

**ثانیاً:** یہ روایت میمونہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے منافی بھی ہے جس میں ”تَزَوُّجُهَا وَهَمَّا حَلَالًا بِسَرِّفٍ بَعْدَ مَا رَجَعَ“ یعنی آپ ﷺ نے مکہ سے واپسی کے بعد غیر محرم ہونے کی حالت میں مقام سرف پر میرے ساتھ شادی کی تھی۔ [مسند احمد: ۶/۳۳۵] حافظ ابن القیم رضی اللہ عنہ نے اس قول (یعنی عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد شادی کی تھی) کی نسبت میمونہ رضی اللہ عنہا، ابورافع رضی اللہ عنہ اور جمہور اہل نقل کی طرف کی ہے۔ [دیکھیے، زاد المعاد: ۳/۳۷۲]

**ثالثاً:** اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد صرف یہ ہو کہ ابورافع اور ایک انصاری نے آپ ﷺ کا پیغام میمونہ تک پہنچایا تھا اور پھر آپ ﷺ کو میمونہ کی رضا کی خبر دی اسی کو ”زَوَّجَاهُ“ کے ساتھ تعبیر کر لیا گیا اس لیے کہ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ان دونوں کو میمونہ کی طرف بھیجا تھا۔

یہ توجیہ ان دونوں روایتوں کے درمیان جمع و تطبیق کی خاطر کی جاتی ہے ویسے اس کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ مرسل روایت حجت نہیں ہوتی وہ موصول کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اور آپ ﷺ کا احرام باندھنے سے قبل شادی کرنا اور عمرہ سے فارغ ہو کر مقام سرف پر آ کر حقوق زوجیت ادا کرنا یہ بعض اہل علم کا قول ہے۔ چنانچہ امام ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فَقَالَ بَعْضُهُمْ: تَزَوُّجُهَا حَلَالًا وَظَهَرَ أَمْرُ تَزَوُّجِهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ ثُمَّ بَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ بِسَرِّفٍ“۔ [ترمذی]

”یعنی بعض نے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے حلال ہونے کی حالت میں شادی کی اور محرم ہونے کی حالت میں آپ کی شادی کا معاملہ عام لوگوں پر ظاہر ہو گیا تھا پھر میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مقام سرف پر قربت کی تو آپ حلال ہی تھے۔“

[دیکھیے فصول اکبری، ص: ۳۷]

اس صورت میں یہ الفاظ اَنْجَدَ، اَتَهَمَ اور اُحْرَمَ بھی اسی طرح ہوں گے۔ اسی کے مطابق حافظ ابن حبان رضی اللہ عنہ نے اس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مطلب بتایا ہے تاکہ ظاہری تعارض زائل ہو جائے صاحب تعلیقات سلفیہ محدث عطاء اللہ حنیف رضی اللہ عنہ، حافظ الحدیث ابن حجر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کئی طرح کے احتمالات ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ابن عباس کا مذہب یہ تھا کہ جو شخص قربانی کو قلاہ پہنا دے وہ محرم (احرام کی حالت میں) ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس نے احرام نہ بھی باندھا ہو اور نبی ﷺ نے اپنے جس عمرہ میں میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تھی اس میں اپنی قربانی کو قلاہ پہنایا تھا تو ابن عباس کا یہ کہنا کہ ”تَزَوُّجُهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ“ اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ ”عَقَّدَ عَلَيْهَا بَعْدَ اَنْ قُلِّدَ الْهَدْيَ“ یعنی آپ ﷺ نے قربانی کو قلاہ پہنانے کے بعد میمونہ کے ساتھ عقد نکاح کیا۔

فرماتے ہیں کہ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ محرم کا معنی و مفہوم یہ ہو کہ (حرم میں داخل ہونے والے یا حرمت والے مہینہ میں داخل ہونے والے تھے) امام ابن حبان نے بھی یہی توجیہ کی ہے۔

[دیکھیے التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی، ج: ۲، ص: ۳]

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں احتمالات میں سے پہلے احتمال (احرام باندھنے سے قبل اور قربانی کو قلاہ پہنانے کے بعد نکاح کرنا) کی گنجائش تو اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ ﷺ نے واقعہ ہی میمونہ سے نکاح احرام باندھنے سے پہلے کیا تھا اس کی ایک مرسل روایت موطا امام مالک میں آئی ہے اس میں یہ لفظ ہیں: ”قَبْلَ اَنْ يَخْرُجَ“ یعنی عمرہ کے لیے مدینہ سے نکلنے سے قبل نکاح کیا۔ [التمہید: ۳/۱۵۱]

**اَوَّلاً:** تو یہ سلیمان بن یسار تابعی کی مرسل روایت ہے اور مرسل حجت نہیں ہوتی جیسا کہ امام مسلم نے مقدمہ صحیح مسلم میں اور امام

پہلے احرام باندھ کر نکلے۔ جب کیا اور صفا و مروہ کے درمیان حرام کھول دیا اور میمونہ سے پھر مکہ والوں نے آپ سے چٹائ چہ آپ مکہ سے نکلے حتیٰ بستر ہوئے اور اس وقت وہ عباس نے وہ عقد نکاح کا ہی اسی طرح بیان کیا جس طرح نے بیان کیا ہے اور ابورافع رضی اللہ عنہ تھے۔ امام ابن حبان رضی اللہ عنہ ی رضی اللہ عنہ کا فعل آپ کے قول نے سے منع کے خلاف نہیں مار قطنی، ج: ۳/۳۱۳، طبع

ذکر کردہ اس توجیہ سے ان ہو جاتا ہے۔ ابن حبان رضی اللہ عنہ (الاحرام) کیا ہے یہ معنی لغت عرب میں مشہور کتاب المصباح المنیر سَمَّ، دَخَلَ الْحَرَمَ ”وہ حرم الشہر الحرام“ وہ حرمت نَجَدَ“ کا معنی لکھا ہے ”اَتَى“ میں آیا۔ [ص: ۱۳۲]

یہ افعال کے معانی و خاصیات میں پہنچایا آنا بھی لکھا ہے ہے یعنی وہ صبح میں داخل ہوا، آیا۔

اور امام بغوی رحمہ اللہ نے یہی قول اکثر کی طرف منسوب کیا ہے۔ [مشکوٰۃ و مرعاة: ۷/ ۱۸۵]

کا پیغام بھیجے۔“ [مسلم وغیرہ]  
 شارح مشکوٰۃ شیخ ابوالحسن عبید اللہ بن عبدالسلام مبارکپوری  
 فرماتے ہیں:

”وَالْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِلْمُحْرِمِ أَنْ  
 يَتَزَوَّجَ وَلَا أَنْ يُزَوَّجَ غَيْرَةَ وَآلِيهِ ذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ  
 الْعِلْمِ“ [مرعاة المفاتيح: ۷، ص: ۱۷۶]  
 ”یہ حدیث اس مسئلہ پر دلیل ہے کہ محرم کے لیے جائز نہیں  
 ہے کہ وہ خود نکاح کرے یا کسی کا نکاح کرے اور اسی کی  
 طرف اکثر اہل علم گئے ہیں۔“

اور امام نووی رحمہ اللہ نے مہذب کی شرح میں جماہیر صحابہ  
 و تابعین وغیرہ کا یہی مذہب بیان کیا ہے۔ [مرعاة]  
 اور اگر اس کو نبی ﷺ کا خاصہ سمجھا جائے تو پھر یہ اس تقدیر پر  
 ممکن ہے کہ عبداللہ بن عباس کی حدیث کو میمونہ کی حدیث پر ترجیح ہو  
 یعنی یہ اباحت و جواز آپ کا خاصہ ہوگا اور نبی منع امت کے ساتھ  
 خاص ہوگا جیسا کہ امام شوکانی نے [السیل الجرار: ۲/ ۱۷۷] میں کہا  
 ہے اور امام نووی اور بعض شافعیہ کا یہی قول ہے۔  
 لیکن شارح بخاری علامہ عینی فرماتے ہیں:  
 ”دَعَاى التَّخْصِيصِ تَحْتَاجُ إِلَى دَلِيلٍ“  
 ”یعنی خاصہ ہونے کا دعویٰ کرنے کے لیے بھی دلیل درکار  
 ہوتی ہے۔“ [مرعاة: ۷/ ۱۸۳]

### دوسرا طریقہ ہے ترجیح کا

صحابہ و تابعین اور دیگر ائمہ میں سے عبداللہ بن مسعود، عبداللہ  
 بن عباس، انس بن مالک، معاذ بن جبل رحمہ اللہ، حکم بن عتیبہ، سفیان  
 ثوری، ابراہیم نخعی، عطاء، حماد بن ابی سلیمان، عکرمہ اور مسروق کے  
 نزدیک محرم شخص کے لیے نکاح جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام  
 ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اور اسی کی طرف امام بخاری رحمہ اللہ اور امام طحاوی رحمہ اللہ

جب کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا قول ذکر ہو چکا ہے کہ اکثر اہل  
 نقل کے نزدیک عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد واپسی پر مقامِ سرف  
 میں شادی واقع ہوئی ہے۔

بہر حال ان دونوں قولوں کا مدعی و مقتضی یہی ہے کہ آپ ﷺ  
 نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالت احرام میں شادی نہیں کی بلکہ غیر محرم ہونے  
 کی حالت میں کی تھی اور یہی ہمارا مدعا ہے۔

### ایک اور تطبیق

ہمارے قابل قدر محترم مولانا عبداللہ سرور صاحب رحمہ اللہ نے  
 الاعتصام میں نقد و تبصرہ لکھتے وقت ان دو حدیثوں یعنی حدیث میمونہ  
 اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ  
 (احرام کی حالت میں) نکاح کرنے یا نکاح کا پیغام دینے میں کوئی  
 حرج معلوم نہیں ہوتا ہاں ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے لیے حلال  
 (غیر محرم) ہونا ضروری ہے، اور یہی ان حدیثوں میں تطبیق نظر آتی  
 ہے۔ انتہی

یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب ہے کہ آپ  
 نے محرم ہونے کی حالت میں نکاح کیا یا نکاح کا پیغام بھیجا اور  
 میمونہؓ کی حدیث کا مطلب ہے کہ غیر محرم ہونے کی حالت میں تعلق  
 قائم کیا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اس تطبیق کو عموم پر رکھا جائے اور کہا جائے  
 کہ احرام کی حالت میں نکاح کرنا یا پیغام بھیجنا ہر محرم کے لیے جائز  
 ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے تو پھر یہ تطبیق اور فتویٰ اس محکم قوی  
 حدیث کے منافی ہوگا جس میں ہے کہ

”لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكَحُ وَلَا يَخْطُبُ“

”محرم شخص نہ اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا اور نہ ہی نکاح



اللہ بن عبد السلام مبارکپوری

لَا يَجُوزُ لِلْمُحْرِمِ أَنْ  
وَأَلَيْهِ ذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ

ص: ۱۷۶]

کہ محرم کے لیے جائز نہیں  
کا نکاح کرے اور اسی کی

ب کی شرح میں جما ہیر صحابہ  
- [مرعاة]

بھا جائے تو پھر یہ اس تقدیر پر  
کو میمونہ کی حدیث پر ترجیح ہو  
اور نبی موع امت کے ساتھ  
مل الجرار: ۲/ ۱۷۷] میں کہا  
ہے۔

تے ہیں:

إِلَى دَلِيلٍ

کے لیے بھی دلیل درکار

سے عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ  
س بنی النبی، حکم بن عتیہ، سفیان  
لیمان، عکرمہ اور مسروق کے  
ہے اور یہی مذہب ہے امام  
ماری رحمہ اللہ اور امام طحاوی رحمہ اللہ

not found.

وغیرہ کا میلان ہے۔ انہوں نے عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ کی روایت کو  
ترجیح دی ہے۔

جب کہ جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ اس طرف گئے ہیں کہ محرم  
شخص نکاح نہیں کر سکتا اور یہی مذہب ہے عمر بن خطاب، عثمان بن  
عقمان، علی بن ابی طالب، زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ کا۔

تابعین میں سے سعید بن مسیب، سلیمان بن یسار اور زہری کا  
ائمہ میں سے مالک، شافعی، احمد، اسحاق اور داؤد وغیرہ کا، اور  
متاخرین ائمہ میں بیہقی ابن عبد البر، بغوی، قاضی عیاض، نووی، ابن  
حزم، ابن قدامہ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن قیم، صنعانی، شوکانی،  
عبد الرحمن مبارکپوری، شمس الحق عظیم آبادی، ناصر الدین البانی،  
عبد اللہ مبارکپوری، عطاء اللہ حنیف، عبدالحی لکھوی اور عام مفتیان  
کرام اور شرح حدیث وغیرہ رحمہ اللہ سب اسی طرف گئے ہیں۔ ان  
حضرات نے ام المومنین میمونہ رحمہ اللہ کی روایت کو ترجیح دی ہے اور  
عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ کی روایت کو ان کا وہم قرار دیا ہے۔

اب ان علماء میں سے جو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عمرہ  
سے فارغ ہونے کے بعد نکاح کیا تھا وہ بھی ابن عباس رحمہ اللہ کی  
روایت کو وہم یا غلطی قرار دیتے ہیں۔

اور ان میں سے جو اس بات کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ نے  
احرام باندھنے سے پہلے ہی نکاح کر لیا تھا اور اس کا ظہور آپ کے  
محرم ہونے کے بعد ہوا تھا وہ بھی ابن عباس رحمہ اللہ کا وہم ہی قرار  
دیتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ کو آپ ﷺ کے اس  
عقد نکاح کا علم ہی آپ کے محرم ہونے کی حالت میں ہوا تھا تو انہوں  
نے کہہ دیا کہ آپ نے محرم ہونے کی حالت میں نکاح کیا ہے۔

جب کہ آپ ﷺ نے محرم ہونے سے قبل عقد نکاح کیا تھا اور  
اس کا ظہور محرم ہونے کے بعد ہوا تھا اور جب آپ نے عقد نکاح کیا  
تھا اس وقت آپ حلال (غیر محرم) ہی تھے اسی کے مطابق ام المومنین

میمونہ رحمہ اللہ اور ابو رافع نیز زید بن اسلم نے خبر دی تھی بلکہ صفیہ بن شیبہ  
نے اپنے بڑھاپے کے وقت یہی بتایا تھا کہ  
”وَاللَّهِ لَقَدْ تَزَوَّجَهَا وَهُمَا حَلَالَانِ“

[مجمع الزوائد: ۴/ ۲۶۸]

”اللہ کی قسم! البتہ تحقیق آپ ﷺ نے جب میمونہ کے ساتھ  
شادی کی تھی اس وقت وہ دونوں غیر محرم تھے۔“  
یہ بیہقی [۷/ ۲۱۱] میں بھی ہے لیکن قسم کے بغیر۔ اسی کے  
مطابق علامہ امام محی السنہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

”وَالْأَكْثَرُونَ عَلَى أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَظَهَرَ أَمْرُ  
تَزَوُّجِهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ ثُمَّ بَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ  
بَسْرَفٍ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ“

مسند احمد کے شارح علامہ ساعاتی فرماتے ہیں کہ  
”وَهَذَا الْجَمْعُ وَجِبَتْ وَعَلَيْهِ فَيَقَالُ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَمْ  
يَعْلَمْ بِالْعَقْدِ إِلَّا بَعْدَ انْتِشَارِهِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مُحْرِمٌ بِسْرَفٍ فَفَهُمْ أَنَّ الْعَقْدَ لَمْ يَحْصُلْ إِلَّا  
فِي الْمَكَانِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ سِرَفٌ“

[مرعاة: ۷/ ۱۸۵]

”یہ جمع تطبیق بہت اچھی ہے اس کے مطابق یہ بات کہی  
جاسکتی ہے کہ بے شک ابن عباس رحمہ اللہ کو نبی ﷺ کے عقد  
نکاح کا علم اسی وقت ہوا تھا جب وہ عام مشہور ہو گیا تھا اور  
نبی ﷺ مقام سرف پر احرام کی حالت میں تھے تو ابن  
عباس رحمہ اللہ یہ سمجھے کہ آپ کا نکاح اسی جگہ (سرف) پر ہی ہوا  
ہے حالانکہ عقد نکاح تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔“

میں کہتا ہوں یہ وہی بات ہے جو کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی  
جامع میں بعض اہل علم سے ذکر کی ہے چنانچہ امام صاحب  
فرماتے ہیں:

”فَقَالَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَظَهَرَ أَمْرُ تَزَوُّجِهَا

وَهُوَ مُحَرَّمٌ ثُمَّ بَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ بِسَرَفٍ -

فن فقہ میں انھیں سید الفقہاء کہا جاتا ہے۔

ان دونوں فنوں میں ان کا مرتبہ و مقام انتہائی اونچا تھا انھوں نے اس مسئلہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا انتخاب کیا ہے اسی کے مطابق باب قائم کیا ہے کیوں کہ یہ ان کے نزدیک باعتبار سند صحیح تھی انھوں نے اس کے ظاہر سے جو مسئلہ استنباط ہوتا تھا اسی کے مطابق باب قائم کر دیا ہے۔ اس مسئلہ میں ویسے پہلے سے اختلاف چلا آرہا تھا بعض اس کے جواز کے قائل تھے جیسا کہ اہل کوفہ ہیں اور بعض دیگر حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام بھی جب کہ جمہور اہل علم اس کو درست نہیں سمجھتے تھے اور سید الفقہاء رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی یہ جائز ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث ابن عباس کی سند کے صحیح ہونے میں بالکل شک نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بات واقعہ عبد اللہ بن عباس نے بیان کی ہے لیکن دوسرے علمائے حدیث شارحین وغیرہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ وہم بتاتے ہیں۔ اور یہ ممکن بھی ہے اس کی مثال اس طرح سمجھیں:

①..... صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عباس کا یہ فتویٰ ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والا محرم شخص طواف کرنے کے بعد حلال ہو سکتا ہے اس مسئلہ پر انھوں نے قرآن کی آیت ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْمَعِينِ﴾ اور ایک حدیث نبوی سے استدلال کیا ہے اور اس کی سند میں تو کوئی شک نہیں یعنی ابن عباس نے یہ ضرور کہا ہے اور آیت اور حدیث سے استدلال بھی کیا ہے کیوں کہ صحیح بخاری میں موجود ہے لیکن ہے یہ ان کی غلطی ہے۔ صحیح بخاری کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ ”هذا مذهب ابن عباس وهو خلاف مذهب الجمهور من السلف والخلف۔“

[حاشیہ بخاری، ج: ۲، ص: ۶۳۱]

②..... عبد اللہ بن عباس کا بیان ہے کہ نبی ﷺ جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے تو آپ نے اس میں نماز نہیں پڑھی تھی۔

[بخاری: ۲ / ۶۱۴]

”یعنی بعض اہل علم نے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے حلال ہونے کی حالت میں شادی کی اور محرم ہونے کی حالت میں آپ کی شادی کا معاملہ ظاہر ہوا پھر اپنی بیوی میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ قربت کی تو بھی آپ حلال ہی تھے یہ جمع تطبیق ان علماء کے نزدیک ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ نبی ﷺ نے عمرۃ القضاء کا احرام باندھنے سے قبل عقد نکاح کیا تھا اور عمرہ سے فارغ ہو کر قربت کی تھی اس صورت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ عبد اللہ بن عباس کو جب آپ کے نکاح کا علم ہوا تھا اس وقت آپ محرم تھے تو انھوں نے سمجھا کہ آپ نے محرم ہونے کی حالت میں ہی نکاح کیا تھا جب کہ حقیقت میں ایسے نہیں تھا۔

اسی لیے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس بیان کو یا تو ان کا وہم کہا جاتا ہے چنانچہ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد [۳/۳۷۲] پر فرمایا ہے: ”عُدُّ مِنْ وَهْمِهِ“ یہ ابن عباس کے اوہام میں سے شمار کیا گیا ہے۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”خَبَرُ مَيْمُونَةَ هُوَ الْحَقُّ وَقَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهْمٌ لَا شَكَّ فِيهِ۔“ [مرعاة: ۷ / ۱۸۴]

”یعنی میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان اور اس کا خبر دینا ہی حق ہے اور ابن عباس کا کہنا وہم ہے اس میں کوئی شک نہیں۔“ یا ان کی غلطی شمار کی جاتی ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن عبد البہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَقَدْ عُدَّ هَذَا مِنَ الْغَلَطَاتِ الَّتِي وَقَعَتْ فِي الصَّحِيحِ۔ الخ [ارواء الغلیل: ۲ / ۲۴۷]

”ابن عباس کا یہ بیان ان غلطیوں سے شمار کیا گیا ہے جو صحیح بخاری میں واقع ہوئی ہیں۔“

علوم حدیث وفقہ الحدیث دونوں میں امام بخاری رحمہ اللہ کا ثانی کوئی نہ تھا اسی لیے فن حدیث میں انھیں امیر المؤمنین فی الحدیث اور

ﷺ کے تمام عمروں میں آپ کے ساتھ ہی ہوتے تھے لیکن وہ بھول گئے آپ نے تو رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

”بخاری أَبُوَابِ الْعُمْرَةِ بَابُ كَيْفِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔“

پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ مسلم شریف وغیرہ میں وارد حدیث اپنی دلالت میں زیادہ واضح ہوتی ہے عام علمائے حدیث اس کے مطابق باب قائم کر دیتے ہیں فقہ الحدیث اخذ کر لیتے ہیں یا کبھی ایسے ہوتا ہے کہ مسلم وغیرہ میں وارد حدیث کے ساتھ خارجی قرائن مل جاتے ہیں جن کی بنا پر وہ رائج ہو جاتی ہے یا عام خاص کا فرق ہوتا ہے، مسلم میں خاص دلیل ہوتی ہے جب کہ بخاری میں عام ہوتی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے عموم پر ہی رکھا ہوتا ہے جب کہ محققین کی کوئی نہ کوئی جماعت کسی خاص دلیل کے ساتھ اس کی تخصیص کر لیتی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ اس خاص کو اس لیے نہیں لاتے کیوں کہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی جب کہ واقع میں وہ حسن یا صحیح ہوتی ہے۔ تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

امام بخاری رحمہ اللہ حدیث میں امام مسلم سے زیادہ عالم اور بڑے ماہر امام ہیں۔ لیکن ان دونوں کے اختلاف کے وقت کبھی امام بخاری کے ساتھ صواب (درستی) ہوتی ہے اور کبھی امام مسلم کے ساتھ۔

[مجموع فتاویٰ: ۱۸ / ۱۹]

اب میں اس کی بعض مثالیں ذکر کرتا ہوں تاکہ بات زیادہ واضح ہو جائے۔

①..... صحیح مسلم کی حدیث [۳۴۸] سے معلوم ہوتا ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے، انزال ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ مسلم میں یہ لفظ ہیں:

”فَقَدْ وَجِبَ الْغُسْلُ وَإِنْ لَمْ يَنْزِلْ۔“

جب کہ صحیح بخاری [۴۳/۱] سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک

اور یہ بیان صحیح نہیں ہے اس لیے صحیح بخاری میں حضرت بلال رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ آپ نے بیت اللہ میں نماز پڑھی تھی۔

[۶۱۴ / ۲]

⑤..... فتح مکہ والے دن آپ ﷺ مکہ کی اعلیٰ جانب سے مکہ میں داخل ہوئے تھے جب کہ خالد بن ولید رحمہ اللہ کو اس کے لشکر سمیت مکہ کے اسفل کی جانب سے داخل ہونے کا حکم دیا تھا۔ جیسا کہ بخاری میں ہے۔ [۶۱۴ / ۲]

لیکن [۶۱۳ / ۲] میں ثقہ راوی کی غلطی سے اس کے الٹ بیان ہو گیا ہے، اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ”فقہ البخاری فی تراجمہ“ امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ (کتاب و سنت سے استنباط کیے ہوئے مسائل) ان کے اپنے صحیح میں قائم کیے ہوئے ابواب میں محفوظ ہے۔ بالجملة صحیح بخاری بہ نسبت دیگر کتب حدیث کے بہت ہی اچھی اور ممتاز کتاب ہے اور اس کی صحت کا معیار ان سب سے اعلیٰ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہر باب میں اصح ماورد فیہ سے مسئلہ استنباط کیا جائے لیکن اس کے باوجود بھی فقہ الحدیث کے سلسلے میں بعض جزئیات صحیح بخاری میں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جن میں جمہور اہل علم نے امام صاحب رحمہ اللہ کی موافقت نہیں کی بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ کے بھی بعض ایسے تفردات پائے جاتے ہیں جن میں جمہور علماء نے ان کی موافقت نہیں کی۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

”لَمْ يَأْخُذْ بِهَا جَمُورُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ۔“

”یعنی ابن عباس کے تفردات ہیں جنہیں جمہور اہل اسلام نے قبول نہیں کیا۔“ [حجة الله، ص: ۱۳۲]

صحابی سے وہم یا سہو کا ہو جانا کوئی ناممکن نہیں جیسا کہ بخاری میں ہی ہے کہ عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ نبی ﷺ کے عمروں میں ایک عمرہ رجب کے مہینہ میں بتاتے تھے تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اصلاح فرمائی تھی اور کہا تھا کہ اللہ ابوعبدالرحمن پر رحم کرے وہ آپ

مقام انتہائی اونچا تھا انھوں نے روایت کا انتخاب کیا ہے یہ ان کے نزدیک باعتبار سند مسئلہ استنباط ہوتا تھا اسی کے لیے پہلے سے اختلاف چلا ہے جیسا کہ اہل کوفہ ہیں اور بعض جمہور اہل علم اس کو درست نہیں سمجھتے ہیں۔

ابن عباس کی سند کے صحیح طلب یہ ہوا کہ یہ بات واقعہ لیکن دوسرے علمائے حدیث یہ وہم بتاتے ہیں۔ اس طرح سمجھیں:

ابن عباس کا یہ فتویٰ ہے کہ بیت کرنے کے بعد حلال ہو سکتا ہے ﴿ثُمَّ مَجْلُهَا إِلَى الْبَيْتِ﴾ مستدل لال کیا ہے اور اس کی سند یہ ضرور کہا ہے اور آیت اور صحیح بخاری میں موجود ہے کہ حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ وہو خلاف مذهب

بخاری، ج: ۲، ص: ۶۳۱] ہے کہ نبی ﷺ جب بیت میں نماز نہیں پڑھی تھی۔

[بخاری: ۶۱۴ / ۲]

انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوتا ہاں البتہ غسل کرنے میں احتیاط ہے۔ اب مسلم کی حدیث اپنی دلالت میں صریح ہے لہذا اسے مقدم کیا جائے گا۔ [دیکھیے المحصول للرازی، ج: ۵ / ۳۹۹، ارشاد الفحول، ص: ۸۸۴، محقق نسخہ]

⑤.....مسلم شریف ”کتاب الرضاع باب التحريم  
بخمس رضعات“ سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ دفعہ دودھ پینے  
سے حرمت نکاح ثابت ہو جاتی ہے۔ جب کہ صحیح بخاری [ج: ۲،  
ص: ۷۶۴] سے پتا چلتا ہے کہ قلیل یا کثیر دودھ پینے سے حرمت  
ثابت ہو جاتی ہے۔ صحیح بخاری میں دلیل عام ہے جب کہ مسلم  
شریف میں دلیل خاص ہے۔ اب تخصّص کے ساتھ عام کی تخصّص  
ہو جاتی ہے۔

۳..... مالی معاملات میں مدعی کے پاس جب دو گواہ نہ ہوں

[illegible]

275261 : فون  
51538

اعلیٰ معیاری ضمانت

اعلیٰ کوالٹی پائیداری میں بے مثال  
زینت اور زیبائش میں لاجواب

سٹیزن

پنکھے، موٹریں  
اور  
واشنگ مشینیں

تیار کردہ: سٹیزن الیکٹریکل انڈسٹریز، راجستروں کی روڈ، گوجرانوالہ

کی ایک قسم ایک گواہ کے قائم  
باب الاقضية، باب وجوب  
یہو صحابہ وائمہ کا مذہب ہے۔  
[۳۶۶] میں مذکور باب [الیمین  
سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی کی  
یہی احناف کا مذہب ہے۔

ارتبہ ذرہ بھر کم نہیں ہوتا صحت  
لیے اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہے  
کے بعد یہ اصح الکتاب ہے۔  
سلم شریف کی میمونہ رضی اللہ عنہا کی  
ہیں۔ [جاری ہے]

پیدائش

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی پنجاب کے مشہور شہر وزیر آباد کے قریب گاؤں ”ڈھونی کے“ میں ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مولوی محمد ابراہیم تھا، وہ دین متین کے عالم اور عمدہ خطاط تھے۔

تعلیم

مولانا نے ابتدائی تعلیم والد محترم سے حاصل کی، بعد ازاں محدث پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خوب کسب فیض کیا۔ آپ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بے حد مداح تھے، بہ کثرت ان کا تذکرہ کیا کرتے، اور ان کی خوبیاں گنوا کر دیتے تھے۔ کچھ عرصہ مولانا محمد ابراہیم میرسیالکوٹی کے درس میں بھی شریک رہے اور آپ نے امرتسر کے اہل علم سے بھی علمی فیض حاصل کیا۔

## گوجراں والا تشریف آوری

مولانا سلفی، حضرت میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی ایماء پر ۱۹۲۱ء میں گوجرانوالا تشریف لائے اور تادمِ زیست اسی شہر کو اپنا مسکن بنائے رکھا۔ مختلف شہروں اور جماعتوں کی طرف سے پرکشش تنخواہ اور مراعات کی پیشکش ہوتی رہی، لیکن انھوں نے اس کو مسترد کر دیا۔ حتیٰ کہ وفات سے چار سال قبل مدینہ یونیورسٹی میں انھیں شیخ الحدیث کی

قیام پاکستان کے وقت جب ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو اس وقت افراتفری کا سماں تھا۔ دینی اداروں اور سماجی تنظیموں کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ جماعت اہل حدیث بھی ان حالات سے متاثر ہوئی۔

[illegible]

جو نہی لوگ سنبھلے تو مغربی پاکستان میں جماعت کی شیرازہ بندی کے

لیے سوچ بچار اور اپنے رفقاء سے مشورہ کر کے مولانا سید محمد داؤد

### نظامت جماعت

مولانا سلفی مرحوم نے سولہ سال جماعت اہل حدیث کی نظامت علیا کے فرائض سرانجام دیے۔ تنظیمی و تبلیغی رابطے کے لحاظ سے آپ کے اس دور کو سنہری دور کہا جاسکتا ہے۔ نظامت میں آپ نے محنت و کاوش سے جماعت کی خدمت کی، اور دین حق کا پرچار کیا۔ پنجاب کے ہر شہر میں مرکزی سالانہ کانفرنس کا انعقاد کیا، اور مسلک حق سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

### امارت جماعت

مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی رحلت کے بعد امارت کا قریعہ بھی مولانا سلفی ہی کے نام نکلا۔ انھوں نے اس ذمہ داری کو بھی نہایت خیر و خوبی سے نبھایا، اور وفات تک مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر رہے۔ وہ زندگی بھر جماعتی امور میں غیر معمولی دلچسپی لیتے رہے اور شہری اور دیہاتی جماعتوں سے مسلسل رابطہ رکھا۔

### درس قرآن حکیم

نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید ہمیشہ اُن کا معمول رہا۔ انھوں نے پچاس سال تک مسلسل درس میں ایک سے زیادہ بار قرآن ختم کیا۔ درس میں شہر بھر سے ہر مکتب فکر کے لوگ آتے تھے۔ درس بڑا مختصر لیکن جامع ہوتا تھا۔ ان سب مصروفیات کے ساتھ ساتھ حضرت جامعہ محمدیہ میں تدریس بھی فرماتے رہے۔

### خطبہ جمعہ

مولانا کا خطبہ جمعہ صرف آدھے گھنٹے پر مشتمل ہوتا لیکن مدلل اور مؤثر ہوتا تھا۔ خطبہ جمعہ میں تمام مکاتب فکر کے عوام و خواص شامل ہوتے۔ دیگر دینی درس گاہوں کے طلباء و اساتذہ، کالج کے طلباء اور پروفیسر حضرات بلا تخصیص شامل ہوتے تھے۔

غزنوی رحمہ اللہ کو قیادت کی درخواست کی۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی نے جمعیت اہل حدیث (مغربی) پاکستان تشکیل دی۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کو متحرک کرنے میں مولانا سلفی مرحوم رحمہ اللہ کی تنظیمی صلاحیتوں کا اہم حصہ ہے۔ جماعت کے اتفاق سے مولانا سید محمد داؤد غزنوی جمعیت کے صدر اور مولانا غزنوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد پھر مولانا امیر منتخب ہوئے، اور پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا جنہیں اس عہدہ پر قائم رہنے کے لیے سرکاری ملازمت حائل ہوئی تو جماعت نے مولانا سلفی کو ناظم اعلیٰ نامزد کر دیا۔

### جماعتی درس گاہ

آل انڈیا اہل حدیث کے دنوں سے مولانا سلفی رحمہ اللہ کے دل میں ایک مرکزی درس گاہ کا خاکہ تھا۔ ۱۹۳۲ء میں غالباً چوک نیائیں میں اس کی ابتداء کی تھی جو مرد و ایام سے انجمن اہل حدیث گوجراں والا ہی تک محدود ہو گئی۔ مرکزی جمعیت کی تشکیل کے بعد مولانا رحمہ اللہ کی خوابیدہ خواہش نے پھر انگڑائی لی تو مرکزی جمعیت اہل حدیث کی مجلس عاملہ نے حضرت سلفی کی اس تجویز کی بھرپور تائید کی اور کوشش کے بعد لائل پور (فیصل آباد) میں ایک صاحب خیر نے جگہ بھی عنایت کر دی جس پر الجامعۃ السلفیہ کی تعمیر کی ابتدا مولانا محمد داؤد غزنوی، صوفی محمد عبداللہ (اوڈاں والا)، میاں محمد باقر (جھوک دادو) علیہم الرحمہ کے بابرکت ہاتھوں سے کر دی گئی۔ آج کل ایک عظیم الشان درس گاہ کی صورت میں جس کا فیض جاری ہے۔

### الاعتصام کا اجراء

ایسے ہی ۱۹۴۸ء جب الاعتصام کا اجازت نامہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے حاصل کیا تو اس کی اشاعت کا آغاز بھی انجمن اہل حدیث گوجراں والا کے اخراجات سے مولانا سلفی رحمہ اللہ کے

## خطابت

بہر حال بحیثیت امام سورۃ فاتحہ پڑھ لیتا ہوں۔ اس بات سے بریلوی عوام بے حد بدظن ہو گئے اور کہنے لگے کہ مولوی صاحب ہم کو ہی بے ایمان کرتے ہو۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ بریلوی حضرات کا ایک محلہ اہل حدیث ہو گیا۔

حضرت مولانا سلفی رحمۃ اللہ سینکڑوں مقامات پر عوامی، خصوصی اور سیاسی محافل، جماعت کے مختلف اجلاسوں اور کانفرنسوں میں شرکت فرماتے رہے۔ آپ کی تقریر جدت و ندرت، مربوط دلائل سے مرصع ہوتی، اور لہجہ انتہائی سنجیدہ اور باوقار رہتا۔ خطاب ہمیشہ بر محل اور مقتضائے حال فرماتے۔ آپ عربی میں بھی پوری فصاحت و بلاغت سے خطاب فرمانے پر قدرت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ الجزائر کے نمائندے گوجراں والا تشریف لائے تو مولانا نے ان کی خاطر ایک جلسہ عام میں عربی زبان میں خطاب کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ میدانِ خطابت کے شہسوار تھے۔

## تصانیف

**افتاء**

آپ حسب ضرورت فتویٰ بھی دیتے تھے۔ آپ سے صرف گوجراں والا سے ہی نہیں بلکہ بیرون شہر راولپنڈی تک سے لوگ آ کر فتویٰ لیتے۔ اہل حدیث کے علاوہ دوسرے حضرات بھی آپ سے فتویٰ دریافت کرتے۔ آپ کا فتویٰ انتہائی تحقیقی ہوتا تھا۔ اُن کی رائے علماء کے نزدیک صائب سمجھی جاتی تھی، مولانا فتویٰ میں چلک کے قائل نہ تھے۔ ٹھوس اور حق بات صاف صاف لکھ دیتے تھے۔

باوجود درس و تدریس کی مشغولیت اور جماعتی امور سے گہری وابستگی کے آپ مستقل تصنیف و تالیف کے علاوہ مختلف علمی مقالات بھی تحریر فرماتے رہے۔ اُن کی تقریباً ایک درجن تصانیف ہیں۔ آپ انتہائی مابعدی، ذواثر اور شگفتہ لکھتے تھے۔ عمدہ تراکیب، سنجیدہ الفاظ و معانی کا خزینہ، فصاحت و بلاغت کا گنجینہ اور حسن و جمال کا نمونہ ہوتی۔ حجت حدیث آپ کا خصوصی موضوع تھا۔ مکررین حدیث کی کج فہمیوں، مغالطہ آمیز یوں اور دھوکا دہی کو خوب طشت از با م کیا کرتے تھے۔

## مناظرہ

**خودداری**

آپ معاملہ کے نہایت کھرے تھے۔ لین دین میں سچائی اور دیانت داری کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے۔ ۴۸ سال میں کسی کے آگے دست سوال تو دراز کیا کرنا تھا قرض تک نہیں لیا۔ آپ طلباء کو بھی صبر وقناعت کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ نے ایک دفعہ مولوی محمد یوسف خطیب چکوال کو خط لکھا جو الاعتصام میں بھی شائع ہوا۔ اس میں خطیب اور عالم کے لیے دو چیزوں کو خصوصاً بدنامی کا باعث قرار دیا اور ان سے اپنے شاگرد کو بچنے کی تلقین فرمائی۔ ایک یہ کہ کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرنا اور دوسرا کہ لوگوں سے قرض نہ لینا۔ کیوں کہ اگر کوئی شخص قرض کا عادی ہو جائے تو لوگوں کا ہمیشہ زیر بار رہتا ہے۔ آپ زندگی بھر ان چیزوں سے احتراز کرتے رہے۔

آپ حق کہنے میں کبھی باک محسوس نہ کرتے۔ ”افضل

مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے ایک دور میں مناظرہ کی طبع آزمائی کی، اور موضع بمبائو الہ ضلع سیالکوٹ کے قریب بریلوی مولوی امام الدین سے سورۃ فاتحہ پر مناظرہ کیا، اور باوجود نوعمری کے ایسی مضبوط گرفت کی کہ مولوی صاحب گھبرا گئے بالآخر تنگ آ کر جسم پر کچکی اور لرزہ طاری ہو گیا۔ ہاتھوں سے کتابیں گرنے لگیں بالآخر بریلوی مولوی نے یہ کہہ دیا کہ مولوی صاحب مجھے کیا کہتے ہو میں تو



الجهاد كلمة حق عند سلطان جابر“ پر ہمیشہ عمل پیرا ہے۔  
اسی بنا پر آپ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ مگر آپ  
کے پایہ استقلال میں لغزش نہ آئی۔

### عبادت اور قرآن مجید سے لگاؤ

آپ بے حد مصروف، کثیر الاشتغال ہونے کے باوجود شب  
زندہ دار تھے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں رات بھر قیام  
فرماتے تھے۔ آپ کو تلاوت قرآن سے خاص لگاؤ تھا۔

### حج

مولانا نے پہلا حج ۱۹۲۵ء میں ادا کیا، دوسری بار ۱۹۵۰ء اور  
اس کے بعد بھی۔

### علماء کی قدر و منزلت

آپ کے دل میں اہل علم کی بے حد قدر و منزلت تھی۔ آپ  
اہل علم کی صلاحیتوں کا بڑی کشادہ دلی سے اعتراف کرتے تھے۔

### علالت

وفات سے تقریباً تین سال قبل جولائی یا اگست کے مہینے آپ  
ہزارہ کے دورہ سے واپس تشریف لائے تو اچانک فالج کا حملہ ہوا  
لیکن حملہ کچھ خفیف نوعیت کا تھا۔ چنانچہ آپ جلد صحت یاب  
ہو گئے۔ وفات سے نو ماہ قبل دوبارہ فالج کا شدید حملہ ہوا۔ لیکن رفتہ  
رفتہ پھر صحت یاب ہو گئے۔

### وفات

وفات سے بیس روز قبل بخار ہوا اور ہفتہ عشرہ آپ اس میں مبتلا  
رہے اور علاج سے قدرے رو بہ صحت ہو گئے۔ آخر کار وہ گھڑی بھی  
آپنچی جس سے کسی کو مفر نہیں۔ ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء بروز منگل بعد نماز  
عصر دل کا دورہ پڑا۔ آپ کے صاحبزادے حکیم محمود پاس موجود  
تھے۔ انھوں نے ڈاکٹر کو بلانے کی کوشش کی مگر ڈاکٹر کے آنے سے  
قبل علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔

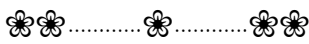
### وفات کی خبر

آپ کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ملک بھر میں پھیل  
گئی۔ آپ کے اصحاب و احباب کراچی اور ڈھاکہ سے بذریعہ ہوائی  
جہاز پہنچ گئے۔ آپ کی رہائش گاہ کے گرد و نواح کی تمام سڑکوں پر تل  
دھرنے کی جگہ نہ تھی۔

### جنازہ

آپ کے جنازہ اٹھانے کا وقت دو بجے کا مقرر کیا گیا تھا۔  
لیکن آپ کا آخری دیدار کرنے والے عقیدت مند صبح دس بجے تک  
ہی بے شمار تعداد میں جمع ہو چکے تھے۔ زائرین کی سہولت کے لیے  
میت ہائی اسکول میں رکھ دی گئی۔ لوگ ایک طرف سے قطار کی شکل  
میں داخل ہوتے، ایک نظر دیکھ کر آنکھوں سے آنسو صاف کرتے  
ہوئے دوسرے دروازے سے نکل جاتے۔ جب جنازہ اٹھانے کی  
تیا ریاں ہونے لگیں تو آپ کا دیدار کرنے والوں کا سلسلہ جاری تھا۔  
جب جنازہ اٹھایا گیا تو ہر شخص زار و قطار رو رہا تھا۔ جنازہ اُس راستے  
سے گزرا گیا جس پر آپ تقریباً نصف صدی چل کر اسی مسجد میں نماز  
ادا کرنے جایا کرتے تھے۔ جب جنازہ مسجد کے پاس سے گزرا تو  
لوگوں کی ایک نگاہ مسجد کے بلند و بالا میناروں پر پڑی اور دوسری  
جنازے پر تو لوگ بے قابو ہو گئے اور سسکیاں لینے لگے شاید کہ  
گوجراں والا کی سرزمین پر اس سے پیشتر کسی شخص کے لیے اس قدر  
آنسو نہ بہائے گئے ہوں۔ آپ کی نماز جنازہ گوجراں والا سٹیڈیم  
میں مولانا حافظ محمد یوسف لکھڑوی نے پڑھائی۔ اس کے بعد جنازہ  
قبرستان لے جایا گیا۔ چنانچہ آنسوؤں اور سسکیوں سے اس مردِ  
جلیل کو قبل از شام مولانا علاؤ الدین مرحوم کے پہلو میں سپرد خاک  
کر دیا گیا۔

آسمان تیری لحد پر شبِ نیم افشانی کرے  
اور سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے





# تبصرہ کتب

## تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

کی نظر پڑ جائے اور وہ اسلام کے درد کو سمجھنے کی طرف آجائیں۔ اسے  
کاش.....!

زیر تبصرہ کتاب میں قرآن کریم کی ترتیب، کتابت، کاتبان وحی،  
محافظان قرآن کی تفصیل، قرآن کریم کی قراءتوں اور کیلانی خاندان کے  
کاتبان قرآن کریم کی معلومات سے بھی خواندگان گرامی کو نوازا گیا ہے۔  
اس کتاب میں قرآنی تعلیمات کو اجاگر کرنے کے لیے بہترین  
ابواب بندی کر کے پھر ان ابواب کو تشریح کے ذریعے ذیلی عنوانات کے  
تحت مزید عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ان اہم عناوین میں (۱) عقیدہ، (ب) ادا امر، (ج) نواہی، (د)  
حقوق، (ه) اسلام کفر، تصادم قرآن مجید کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔  
حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی اقوام کے حالات و واقعات کو  
قرآن مجید کی تعلیمات کے ذریعے اس کتاب کی زینت بنایا گیا ہے۔  
اخلاقی و معاشرتی، سماجی و فلاحی، دینی و دنیاوی تمام قسم کے  
معمولات کا احاطہ کرنے کی بھرپور کوشش بھی اس کتاب میں کی گئی ہے۔  
امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے انھوں نے  
رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ قرآن کریم کی وجہ سے اقوام سر بلند ہوتی ہیں  
اور قرآن مجید ہی کی وجہ سے اقوام سرنگوں ہوتی ہیں۔ یعنی جن اقوام و افراد  
نے قرآنی تعلیمات کو اپنالیا، اس پر عمل پیرا ہو گئے اور اپنی زندگیوں کو اللہ  
ورسول ﷺ کے طریقوں کے مطابق ڈھال لیا وہ تو ہوئے سرفراز اور  
جنھوں نے اپنی زندگیوں کو ان تعلیمات قرآنیہ سے روگردانی کر کے پس  
پشت ڈال دیا تو وہ اقوام و افراد سرنگوں ہی رہیں گے۔

کتاب کی طباعت و کمپوزنگ بڑی شان دار ہے۔ موٹے فونٹ  
کے ساتھ مزین کی گئی ہے۔ پڑھنے اور سمجھنے میں بڑی آسان ہے۔ کارڈ کور  
استعمال کیا گیا ہے۔ دعا ہے اللہ کریم مؤلف کی محنت کو قبول بخشے اور ناشر کو اللہ

### تعلیمات قرآن مجید

مؤلف: مولانا محمد اقبال کیلانی

ضخامت: ۲۷۲ صفحات

قیمت: /- ۱۱۰ روپے

ملنے کا پتا: حدیث پبلی کیشنز، شیش محل روڈ لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

مولانا محمد اقبال کیلانی رحمہ اللہ کا شمار ان سعادت مند علمائے کرام میں  
ہوتا ہے جو امت محمدیہ کی صحیح رہنمائی اور صحیح عقائد و اعمال کی طرف رخ  
موڑنے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی تحریروں کی ایک خاص  
بات اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) اور صادق المصدق حضرت محمد  
رسول اللہ ﷺ کے فرامین (حدیث) کا ابلاغ ہوتی ہے۔

ان کے لکھنے کا انداز دیگر لکھنے والوں سے منفرد ہے۔ یعنی یہ ”تفہیم  
السنہ“ کے تحت اب تک لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ زیر تبصرہ ”تعلیمات قرآن  
مجید“ بھی اسی سلسلے کی کوشش ہے اور یہ ان کا بائیسواں سلسلہ ہے۔ جزاء ہم  
اللہ تعالیٰ

اس کتاب کے شروع میں یعنی صفحہ سات سے لے کر صفحہ اسی تک  
انھوں نے ایک بلیغ افتتاحیہ تحریر فرمایا ہے۔ اس افتتاحیے میں مؤلف  
موصوف نے نزول قرآن کریم سے قبل کے حالات و واقعات کو تفصیلاً بیان  
فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ نزول قرآن کریم کے دوران کچھ پیش آمدہ  
حالات پھر ان حالات کے تناظر میں موجودہ حالات کا تجزیہ بھی فرمایا  
ہے۔ یہ تجزیہ کیا ہے؟ ایک اچھا بھلا آنکھیں کھولنے والا، اپنے آپ کو صحیح  
راہ پہلانے والا اور مسلم امہ کی کھوئی ہوئی عظمت کی یاد دلانے والا الفاظ کا  
ذخیرہ ہے۔ کاش اس تحریری مواد پر ہمارے آج کے ذمہ داران ملک و ملت

کے کی طرح ملک بھر میں پھیل  
اور ڈھاکہ سے بذریعہ ہوائی  
دو نواح کی تمام سڑکوں پر تیل

ن دو بجے کا مقرر کیا گیا تھا۔  
حقیقت مندرجہ دس بجے تک  
زائرین کی سہولت کے لیے  
ایک طرف سے قطار کی شکل  
میں سے آنسو صاف کرتے  
تھے۔ جب جنازہ اٹھانے کی  
نے والوں کا سلسلہ جاری تھا۔  
رو رہا تھا۔ جنازہ اُس راستے  
صدی چل کر اسی مسجد میں نماز  
ہ مسجد کے پاس سے گزرا تو  
میںاروں پر پڑی اور دوسری  
ر سسکیاں لینے لگے شاید کہ  
تر کسی شخص کے لیے اس قدر  
از جنازہ گوجراں والا سٹیڈیم  
پڑھائی۔ اس کے بعد جنازہ  
وں اور سسکیوں سے اس مرد  
رحم کے پہلو میں سپرد خاک

نم افشانی کرے  
کی نگہبانی کرے

.....

شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ (ویروالوی) نے فیصل آباد میں کلیہ دارالقرآن والحدیث قائم فرما کر اسلام و مسلک اہل حدیث کی بے حد و حساب خدمت انجام دی۔ اس مدرسے سے اب تک بے شمار علمائے کرام نے سند فراغت حاصل کی ہے۔ فیصل آباد اور ملک کے اطراف و اکناف میں اس کے تلامذہ اپنے اپنے دائرہ اختیار میں مصروف عمل ہیں۔ اب اعیان کلیہ دارالقرآن والحدیث نے صحافتی لائن پر بھی قدم بڑھائے ہیں اور ابتدائی طور پر انھوں نے ایک سلسلہ وار مجلہ ”ندائے حق“ کا اجرا کیا ہے۔

زیر تبصرہ مجلہ نومبر ۲۰۰۶ء ہمارے سامنے ہے۔ یہ اس سلسلے کی دوسری کوشش ہے۔ اس میں مجلہ کی غرض و غایت، حضرت بانی ادارہ کی حیات سعید کے علاوہ فکر صحیح پر مشتمل علمی و دینی موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے اور جدید علمائے کرام کی تحریروں سے اسے مزین کیا گیا ہے۔ اس کے سرپرست حافظ عبدالرحمن بن مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ و ویروالوی ہیں۔ مدیر اعلیٰ محمد انس مدنی اور مدیر اعزازی ممتاز صحافی جناب خالد اشرف ہیں۔ دعا ہے اللہ کریم اس مجلے کو دوام سے نوازے۔



جزائے خیر دے کہ ایک بڑی خوب صورت و مفید کتاب کو انھوں نے شائع کر کے عامۃ الناس کے فائدے کو ملحوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق سے نوازے، آمین یا رب العالمین۔

### فلسفہ قربانی و مسائل عید الاضحیٰ

تالیف: مولانا عبدالعزیز راشد

ضخامت: ۲۸ صفحات

قیمت: ۲۰/- روپے

ناشر: منہاج السنہ احمدیہ ۳/۵۳۵ شارع کالونی، فیصل آباد

ملنے کے پتے: مکتبہ دارالہدیٰ شیخ ہندی مارکیٹ، بھائی گیٹ لاہور،

مکتبہ قدوسیہ، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار۔ لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

قربانی، ابوالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اس عظیم عمل یعنی قربانی کے فضائل و مسائل پر بیشتر کتب ہمیں میسر آ سکتی ہیں۔ زیر تبصرہ کتابچہ میں مسائل و فضائل قربانی کو مختصر بیان کیا گیا ہے۔ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ یہ کتابچہ اپنی جامعیت سے خالی نہیں ہے۔ تخریج احادیث و آیات قرآنیہ کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ منکرین قربانی کے رد میں بھی دلائل مہیا کیے گئے ہیں۔

مؤلف محترم ہماری جماعت کے نام و خطیب و مبلغ ہیں۔ ان کے والد گرامی تحریک جہاد کے ایک بڑے رہنما تھے۔ مولانا محمد دین مجاہد رحمہ اللہ نے مولانا فضل الہی وزیر آبادی رحمہ اللہ (امیر المجاہدین) کی قیادت میں انگریزوں و سکھوں کے خلاف جہاد کیا تھا۔ مؤلف موصوف کا یہ کتابچہ بہترین کمپوزنگ، عمدہ طباعت اور کارڈ کور پر مشتمل ہے۔ بعض جگہ غلطیاں نظر پڑی ہیں، ان کی تصحیح ضروری ہے۔

### مجلہ ”ندائے حق“

بیاد: شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ و ویروالوی رحمہ اللہ

ضخامت: ۶۹ صفحات (بڑا سائز)

ناشر: ندائے حق، ۴۳۳ جناح کالونی فیصل آباد

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

مؤلف محمد اقبال کیلانی

تعلیم قرآن مجید

22

قیمت 110 روپے

مارکیٹ میں دستیاب ہے

حدیث پبلیکیشنز

2- شیش محل روڈ، لاہور، پاکستان — 7232808

## حمدیہ رباعیات

(۱)

جو چیز بھی مٹی کے ہے اوپر ..... مٹی  
اور آخر مٹی ہی میں مل جائے گی  
ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد  
تھی ذاتِ خدا ، وہی ہے رہنے والی!

(۳)

کرتے ہیں دعا خدا سے ہم مُتَّصِلًا  
سر مستِ سرور ہوں کہ رنجورِ محن  
طاری ہو کبھی ہم پہ ، نہ ہم کو ہونصیب  
فَقُرْأُ مُنْسِيًّا وَغَنِيَّ مُطْفِئًا!

(۵)

مان ان کی دعائیں يَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ !  
کر عفو خطائیں يَا مُقِيلَ الْعُثْرَاتِ !  
بندے ترے دن رات رہیں نالہ کشاں  
ٹال ان کی بلائیں يَا وَلِيَّ الْحَسَنَاتِ !

(۲)

”مظلوم ہیں کیوں داد رسی سے محروم؟  
کیوں پنچہ ظالم میں ہیں ان کے حلقوم؟“  
”قدرت کرے بندوں کی نہ فی الفور گرفت  
مہلت دے اِلٰی يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ!“

(۴)

رہتا ہے وہ دلہائے شکستہ کے قریب  
درماندہ و راندہ کو وہ رکھتا ہے حبیب  
دے حوصلہ جینے کا وہ مایوسوں کو  
دیتا ہے جواب ان کی صدا کا وہ مجیب!

(۶)